جلد نمبر ۲

شمارہ نمبر ۸

صوفی ازم اور علم وادب کا بے باک ترجمان

سہ ماہی

رہبر نور

مکنپور شریف

دنیا کو ملا دین کا پیغام اسی در سے — جو اہل بصیرت ہیں ان کا یہی کہنا ہے
اس ملک میں پھیلا ہے اسلام اسی در سے — بٹتا ہے محمد کا انعام اسی در سے

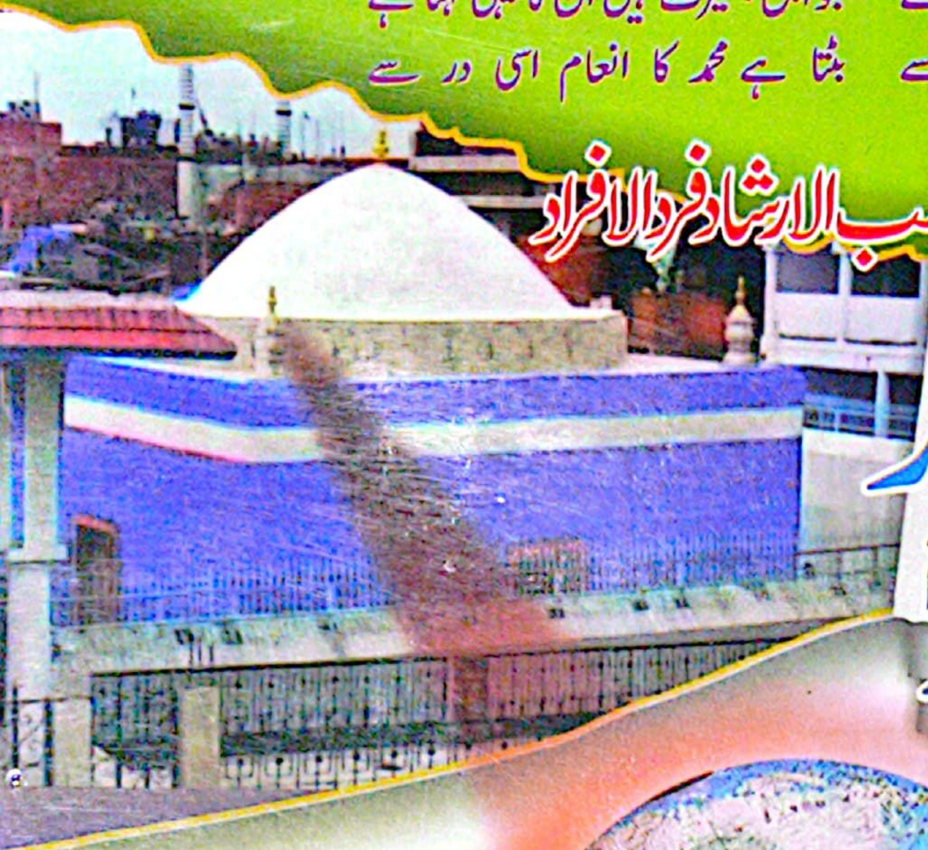

خانقاہِ عالیہ شہنشاہ ولایت قطب الارشاد فرد الافراد

سید بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار رض

مکنپور شریف

ربیع الاول، ربیع الثانی،
جمادی الاول ۱۴۴۳ھ
نومبر، دسمبر ۲۰۲۱ء
، جنوری ۲۰۲۲ء

چیف ایڈیٹر
ابوالمشرب
سید مقتدا حسین جعفری
دارالنور مکن پور شریف کانپور (انڈیا)

This PDF Download from Madaarimedia.Com

MADAARI MEDIA
The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح
سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں
سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات
سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جایئے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia
@MadaariMedia
@MadaariMedia
@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

Www.MadaariMedia.Com

مداریہ کتب خانہ
واٹسپ گروپ

بفیض روحانی۔ شہنشاہ ولایت سیّد بدیع الدّین احمد قطب المدار مدار العالمین رض

بیادگار — الحاج ڈاکٹر سیّد مرتضیٰ حسین رہبر والحاجہ سیّدہ نور النہار فاطمہ علیہما الرحمۃ والرضوان

صوفی ازم اور علم وادب
کا بے باک ترجمان

سہ ماہی

رہبر نور

مکن پور شریف

ربیع الاول، ربیع الثانی،
جمادی الاول ۱۴۴۳ھ
نومبر، دسمبر ۲۰۲۱ء جنوری ۲۰۲۲ء

مجلس ادارت

چیف ایڈیٹر
ابوالمشرب سیّد مقتدا حسین جعفری

مینیجنگ ایڈیٹر
ڈاکٹر سیّد اقتدا حسین جعفری عامر

ایڈیٹر
مفتی سیّد نثار حسین جعفری مداری

جوائنٹ ایڈیٹر
مولانا سیّد ازبر علی مداری

سرکلیشن مینیجر
سیّد شعب غازی مداری
و
سیّد قمر حسین جعفری

مجلس مشاورت

مولانا سید انتخاب عالم ارغونی
مولانا سیّد محمد توثیق قصوری
سیّد موجود عالم مجبوبی مداری
مولانا سیّد اظہر علی منظری وقاری
الحاج سید سید الانوار طیفوری مداری
مولانا سیّد ظفر مجیب ارغونی
مفتی ابوالحماد محمد اسرافیل حیدری
مفتی الشاہ غلام یکیٰ مصباحی وقاری بلرام پور
مفتی خوشنود خاں مشربی مداری بریلی
مفتی شاہد رضا مشربی مداری بریلی
وعزت مآب مشائخ مکن پور شریف

قیمت نمبر شمارہ -/70
سالانہ -/200
ڈاک خرچ -/60
رجسٹرڈ ڈاک
سے بھیجا جائیگا
جسکا خرچ
الگ سے دینا ہوگا

رسالہ منگوانے کیلئے ان نمبروں پر رابطہ کریں

9956677119
8737967832
6394344966

مراسلات وترسیل زر کا پتہ
سہ ماہی رہبر نور
ہیڈ آفس مکن پور شریف کانپور انڈیا

رسالہ میں شائع ہونے والے مضامین آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گے لیکن مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق رائے ہونا ضروری نہیں ہے

ایڈیٹر، پبلشر وپرنٹر مقتدا حسین جعفری نے انشاء پرنٹرس 91/4 ہیرا من کا پوروہ، کانپور سے چھپوا کر دفتر رہبر نور مکن پور شریف سے جاری کیا۔

Evaluable on: www.hayyulmadar.com

اس شمارے میں

نمبر شمار	مضامین	تحریر	صفحہ نمبر
1	اداریہ	چیف ایڈیٹر	3
2	اندلس یا اسلامی آئبیریا (MUSLIM SPAIN)	چیف ایڈیٹر	4
3	قطب المدار اولیاء کرام کی نظر میں	مولانا محمد سعید اختر پلاموی	8
4	بچوں کی تعلیم و تربیت میں والدین کا کردار	پروفیسر سید محمد سلیم	12
5	درود و سلام حیات النبی کی روشنی میں	مفتی ابوالحماد محمد اسرافیل حیدری	19
6	حضرت سید بدیع الدین قطب المدار کو مدار العالمین" کہنا کیسا ہے؟ (کچھ سلگتے سوال)	مفتی غلام یحیٰی مصباحی وقادری	27
7	حضرت فاروق اعظم جن کے عدل وانصاف کو آج بھی دنیا سلام کرتی ہے		30
8	۲۴۲ھ سے ۸۳۸ھ تک (حضرت قطب المدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	مولانا سید محضر علی وقاری	35
9	ایک عظیم شخصیت بابائے قوم وملت علیہ الرحمۃ والرضوان	مولانا سید ازبر علی جعفری	44
10	حضرت امام حسن علیہ السلام امت کو انتشار سے بچانے کیلئے جس نے سب کچھ قربان کردیا		50
11	حضرت سید بابا رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے قطب اور فیض رساں بزرگ	مولانا محمد اعظم	53
12	عورت کے چہرے سے نقاب الٹنے کے بعد (1956 کی تحریر)	ڈاکٹر سید نور الحق حیدر آباد دکن	57
13	कुत्बुल मदार (रज़ी0) औलिया की नज़र में		60
14	غزلیات، نعت ومناقب		

This PDF Download from Madaarimedia.Com

اداریہ

بدل کے رکھ دیں تعصب نے وقت کی قدریں

کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو خالق کائنات نے علم جیسی دولت عظمیٰ سے نواز کر عقل وفہم اور دانش وری کے خزانے عطا کردیے۔ تاریخ گواہ ہے جن شخصیات نے اپنا ایمانی جذبہ، اسلامی شعور اور پاکیزہ فکر انگریزیوں کو بروئے کارلاتے ہوئے اپنی خدمات انجام دیں ان کا نام روزروشن کی طرح چمک رہا ہے۔ زمانہ ان کی خدمات کے آگے سرنگوں نظر آتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو عالمانہ صلاحیتوں اور شعوروآگہی کے زیور سے آراستہ ہوکر علمی، ادبی اور تاریخی بددیانتی سے کام لیکر حق وانصاف کا خون کرتے رہے، ان کی تحریرات آج بھی امت میں انتشار پھیلانے کا کام کررہی ہیں۔

ارباب علم ودانش کی غیر منصفانہ اور غیر معتبر تاریخی تحریرات نے آج سچائیوں کا گلہ گھونٹ دیا اور حقیقتوں کا نقشہ بدل کے رکھ دیا ہے۔ ماحول یہ ہوتا جارہا ہے کہ جس کو بھی تھوڑی سی لکھنے کی صلاحیت مل جائے سب سے پہلے وہ عظیم سے عظیم تر شخصیات کی حیات پاک کا تجزیہ شروع کردیتا ہے۔ جو غیر مسلم قلم کار کررہے ہیں وہی عمل مسلم دانشوروں نے شروع کردیا ہے۔ جن شخصیات کی زندگی اور عملی کارگزاریاں سیکڑوں برس سے اب تک آفتاب وماہتاب کی طرح روشن ہیں ان پر دھول جھونکنے کی ناکام کوششیں کی جارہی ہیں۔ بزرگان دین، اولیائے کاملین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی مقدس حیات مبارکہ، ان کے عملی کارنامے، یہاں تک کہ ان کے حسب ونسب کے تقدس وطہارت کو بھی تعصیب وضغینت کے چشمے سے دیکھنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ سیکڑوں برس سے جن کے روحانی فیوض وبرکات سے کروڑوں لوگ فیضیاب ہورہے ہوں ان کے نام اور علمی کارناموں کو انٹرنیٹ اور: گوگل کی تحقیق کے آئینے سے دیکھا جارہا ہے۔

ابتدائے آفرینش سے آج تک ہر دور میں حق وانصاف کا خون بہانے والوں کی جماعتیں رہی ہیں کسی نے یہ کام تلوار سے کیا کسی نے قلم سے، مگر سچائیوں کا جادو سر چڑھ کر بولتا رہا ہے۔ اور تاریخی دیانت داروں کو ہی کامیابیوں سے ہمکنار دیکھا گیا ہے۔

''ادارہ رہبرِ نور'' سچ بولنے، سچ لکھنے اور سچائی کا پیغام دینے والوں کو سلام کرتا رہے گا۔

چیف ایڈیٹر

قوموں کے عروج وزوال پر ایک نظر

اندلس یا اسلامی آئبیریا

(MUSLIM SPAIN)

ایک حیرت انگیز اور سبق آموز تاریخ

قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کوئی بھی قوم عزت وعظمت کی زندگی اُسی وقت تک گزار سکتی ہے جب تک اُس میں اتحاد واتفاق ہو اور وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو انسانیت کی تعمیر کے لئے صَرف کرنے کے جذبے سے سرشار ہو۔ اور جیسے ہی قوم باہمی اختلاف کا شکار ہو جاتی ہے اور اس میں تعمیر انسانیت کے جذبے کی جگہ خود غرضی، حرص، ہوس اور اقتدار کی طمع آجائے تو وہ ایسے قعرِ مذلت میں جا گرتی ہے جس سے اِسے کبھی نکلنا نصیب نہیں ہوتا۔

اندلس میں بھی مسلمانوں کے ساتھ تاریخ نے اِسی اُصول کو دُہرایا، اور حقیقت یہ ہے کہ طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصر کو ۷۱۱ءؔ میں اس عیسائی خطے پر محض اسی لئے شاندار فتح نصیب ہوئی کہ انہوں نے اپنی ذات کو پس پشت ڈال کر انسانیت کی فلاح وبہبود اور تعمیر وترقی کا بیڑا اُٹھایا تھا۔ اور اسی وجہ سے آٹھ صدیوں کی طویل مدت تک یہ خطہ مسلمانوں کی کاوشوں کی بدولت نہ صرف یورپ بلکہ پوری دنیا کو صالح تمدن اور پرامن بقائے باہمی کے شاندار اصولوں کا درس دیتا رہا۔ مگر جب اس کے فرمانرواؤں میں انسانیت کی فلاح کی بجائے، اپنی ذاتی غرض، اقتدار پرستی اور جاہ وعزت کی طمع آگئی تو اندلس کے مسلمان دشمنوں کے لئے ایک تر نوالہ بن گئے۔ اور بالآخر ۸۹۷ھ مطابق ۱۴۹۲ءؔ میں سقوط غرناطہ کے بعد دنیا کے لئے ایک درس بن گئے۔

دورِ آخر میں یہاں خانہ جنگی، باہمی اختلافات اور اقتدار پرستی کا تباہ کن جذبہ اس قدر شدید ہو گیا تھا کہ سلطان ابوالحسن اور اُس کے بھائی امیر محمد بن سعد کے درمیان ایک طویل عرصہ تک سخت کشمکش رہی۔ ابوالحسن کے بعد اُس کے بیٹے سلطان ابو عبداللہ کی اپنے چچا سے کشاکش رہی، یہاں تک کہ ابو عبداللہ اپنے چچا پر غالب آگیا۔ اور ۸۸۷ھ مطابق ۱۴۸۳ءؔ میں یورپ میں اسلام کے آخری قلعہ غرناطہ کا فرمانرواں بن بیٹھا۔ تخت پر متمکن ہوتے ہی عبداللہ کو اسپین کے عیسائی فرمانرواؤں فرنانڈو اور ایسابیلا کے بڑھتے ہوئے لشکر کی یلغار کو روکنے کے لئے جنگ کرنا پڑی۔ مگر مسلمانوں کی قوت باہمی نزاع کی وجہ سے کمزور ہو چکی تھی اس لئے وہ زیادہ دنوں تک دشمنوں کے مقابلے پر نہ جم سکے۔ اور بالآخر عبداللہ عیسائیوں کے ہاتھوں شکست کھا کر گرفتار ہو گیا۔

اس کی گرفتاری سے فائدہ اٹھا کر اس کا چچا اور پرانا

حریف محمد بن سعد غرناطہ پر قابض ہو گیا۔ عبداللہ کی گرفتاری کو ابھی دو سال بھی نہ ہوئے تھے کہ وہ فرنانڈو جیسے شاطر دشمن کی باتوں میں آ گیا۔ اور جاہ وعزت کے نشے میں چور اس نے اندلس کے تمام مسلمانوں کو داؤ پر چڑھا دیا۔ عبداللہ نے فرنانڈو سے ایک غدارانہ معاملہ کیا جس میں عیسائیوں کی طرف سے وعدہ کیا گیا تھا کہ وہ عبداللہ کو اس کے چچا کے خلاف جنگ کرنے اور دوبارہ غرناطہ کا حاکم بنانے میں ہر طرح سے مدد کریں گے۔ اور عبداللہ اس کے بدلے غرناطہ کے گردونواح میں واقع مسلمانوں کی فوجی چھاؤنیوں پر قبضہ کرنے میں ان کی مدد کرے گا۔

رہائی کے فوراً بعد عبداللہ نے اپنے چچا کے خلاف خانہ جنگی کی آگ بھڑکانا شروع کی۔ عیسائیوں کی طرف سے بھی اسے خفیہ کمک پہنچائی گئی، اس کے نتیجے میں ۱۴۸۵ء میں یہ دوبارہ تخت غرناطہ کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

۱۴۸۴ء سے ۱۴۹۵ء کے دوران اندلس کی تاریخ کا ایک تاریک ترین باب ہے۔ اس پوری مدت میں فرنانڈو غرناطہ کے گردونواح کی تمام اہم بستیوں پر پے در پے حملے کر کے مسلمانوں کی اہم فوجی چھاؤنیوں پر قبضہ کرتا چلا جا رہا تھا۔ اس واقعے کا المناک ترین پہلو یہ ہے کہ غرناطہ کا وہ فرمانروا جس سے مسلمانوں کی امیدیں وابستہ تھیں، اور جس سے یہ توقع تھی کہ وہ مسلم قوم کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کرے گا۔ وہ جیل میں عیسائیوں سے کئے گئے خفیہ معاہدے کی رو سے نہ صرف دشمنوں کی اس حرکت کو خاموشی سے دیکھتا رہا بلکہ مسلم بستیوں اور چھاؤنیوں پر انہیں قبضہ دلانے میں خفیہ طور پر مدد دیتا رہا، مگر اس کو غداری کا عبرت ناک انجام اس صورت میں ملا کہ جب عیسائیوں کا اندلس کی تمام اہم فوجی چھاؤنیوں پر مکمل قبضہ ہو گیا اور مالقہ، مریہ، بسطہ اور وادی آش جیسے اہم ترین علاقے دشمنوں کے قبضے میں چلے گئے تو فرنانڈو اور ایسابیلا نے ابوعبداللہ کے پاس ایک ایلچی روانہ کیا، جس نے عبداللہ کے سامنے عیسائیوں کا یہ قیامت خیز مطالبہ رکھا کہ بغیر کسی تاخیر کے بادشاہ کی اقامت گاہ مدینۃ الحمراء کے محلات کی کنجیاں فرنانڈو کے حوالے کر دی جائیں۔

یہ مطالبہ اُس خفیہ معاہدے کے بھی خلاف تھا جسے عبداللہ نے فرنانڈو سے کیا تھا۔ اس لئے اس خط کو پڑھ کر ابو عبداللہ آپے سے باہر ہو گیا۔ اور اس نے طے کر لیا کہ کچھ بھی ہو وہ دشمنوں کو الحمراء کے حدود میں نہ داخل ہونے دے گا۔ چنانچہ اس نے غرناطہ کے تمام سربرآوردہ اشخاص کو جمع کیا اور ان کے سامنے فرنانڈو کا خط پیش کرتے ہوئے کہا کہ میری رائے میں اس وقت ہمارے لئے صرف یہی ایک چارہ ہے کہ اپنی تمام قوت کو مجتمع کر کے دشمنوں کا بھرپور مقابلہ کریں اور جب تک طاقت ہے دشمن کے لئے الحمراء کے دروازے نہ کھولیں۔

اِس رائے سے تمام حاضرین نے اتفاق کیا اور پھر اندلس کے حوصلہ مند مسلمانوں نے پوری قوت سے عیسائیوں پر بھرپور حملہ کر دیا۔ اور بڑی بے جگری سے لڑے۔ مجاہدین راتوں کو جتھے کی شکل میں نکلتے اور دشمن کی فوج پر حملہ کرتے، ہزاروں کو مارتے کاٹتے، اور قلعے کے حصار میں شدت آ گئی۔

اس صورت حال سے ابوعبداللہ سخت ہراساں ہوا اور اس نے ایک بار پھر شہر کے فقہاء اور مسلم قائدین کو الحمراء کے ایک وسیع ہال قمارش میں جمع کیا مگر اس وقت تمام مسلم قائدین پر شکستگی اور مایوسی کی فضا چھائی ہوئی تھی، چنانچہ انہوں نے کافی بحث ومباحثے کے بعد یہ طے کیا کہ دشمنوں سے ایک معاہدہ کیا جائے جس میں اُن شرائط کو رکھا جائے کہ الحمراء پر عیسائیوں کے قبضے کے بعد مسلمانوں کے جان ومال کی حفاظت کی جائے گی۔ ان کی شریعت اور قاضی مامون رہیں گے۔ دینی شعائر پر عمل کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہوگی۔ مساجد کا احترام کیا جائے گا اور جو مسلمان مغرب جانا چاہے گا، اُسے روکا نہ جائے گا۔

اس سنگین موقع پر جب یہ مسلم قائدین پوری قوم کوداؤ پر لگارہے تھے اور محض اپنی بزدلی کی بناء پر مسلمانوں کی عزت وآبرو سے کھیل رہے تھے۔غرناطہ کے شہ سواروں کا سالاراعظم موسیٰ بن غسان ہی وہ واحد اولوالعزم انسان تھاجواس ذلت آمیز معاہدے پرتڑپ اٹھا،اس کی مجاہدانہ غیرت سے برداشت نہ ہوا اور فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا اوراس نے نام نہاد قائدین کوللکارتے ہوئے کہا”کیاتم نے یہ سمجھ رکھاہے کہ جودشمن ہمارے خون کا پیاسا ہماری عزت وآبروکا دشمن،اور ہمارے دین کی بیخ کنی کا عزم مصمم کئے ہوئے ہےاور جس نے اندلس کی جس زمین پر بھی قبضہ کیا ہے وہاں کی مسجدوں کو گرجا گھروں میں تبدیل کردیا ہے۔مسلمانوں کی عورتوں کی آبروریزی کی ہے۔مسلمانوں کےمعصوم نونہالوں کوتہہ تیغ کردیاہےاور مسلمانوں کو دینی فرائض کی ادائیگی کی وجہ سے المناک تکلیفیں دی ہیں۔کیا آج وہ تمہارے اس معاہدے کوایفاء کریں گےاور کیاوہ یہاں بھی وہی انسانیت سوز جرائم نہ کریں گےجن سے اُن کے ہاتھ رنگین رہے ہیں۔اے مسلم قوم کے رہنماؤ!یہ وقت کسی بزدلانہ معاہدے کا نہیں ہے۔اُٹھ کھڑے ہواور ذلت کی زندگی کوعزت کی موت پر قربان کردو۔خدا کی قسم،عیسائی جب تم پرقابوراتوں رات واپس آجاتے مگرمسلمان غرناطہ میں محصور تھےاوردشمنوں کی ٹڈی دل فوج پورے شہر کا محاصرہ کئے ہوئے تھی۔مسلمانوں کا سامان رسدروز بروز کم ہورہاتھا دوسری طرف عیسائیوں کا حصار سخت ہوتا جارہاتھا یہاں تک کہ ۱۴۹۱ئ میں باشندگان غرناطہ کمزور پڑگئے۔دشمنوں پالیں گے تمہارے ساتھ وہ وحشیانہ سلوک کریں گےجس کاتم تصور بھی نہیں کرسکتے۔“

مگر حیف صد حیف ان رہنماؤں کے دل اتنے شکستہ اور حوصلے اتنے پست تھے کہ اس اولوالعزم مجاہد کی پرجوش تقریر نے ان کے جذبات میں کوئی گرمی پیدانہ کی۔اور پورے مجمع میں ایک شخص بھی ایسانہ نکلاجس نے اس کی تائید کی ہو، بلکہ تاریخ کے صفحات میں یہ بات ثبت ہے کہ موسیٰ بن غسان کی اس ولولہ انگیز تقریر کے بعدان کے چہرے فق ہوگئے اورموت کے نام سے ان پر سیاہی چھاگئی۔

یہ مجاہد سالارفوراً ہی ہال سے باہر نکل آیا۔گھرآ کر اسلحہ سے لیس ہوکر گھوڑے پرسوار ہوااوردریائے نیل کے کنارے عیسائی شہ سواروں میں جاگھسا اور پے در پے حملے شروع کردئے۔بہت سے دشمنوں کواس نے موت کے گھاٹ اتاردیا اور بہت سے لوگوں کوکاری زخم لگائے،وہ اس وقت تک لڑتارہا جب تک زخموں سے چور چور ہوکرگر نہ پڑا،اس کے گرتے ہی دشمن اس مجاہد پرٹوٹ پڑے۔اوراس طرح اُس اولوالعزم انسان نے جام شہادت نوش کیا۔

ابوعبداللہ نے موسیٰ بن غسان کی باتوں کی کچھ پروانہ کی اور فرنانڈو سے الحمراء کوحوالے کردینے کاایک معاہدہ کرلیا۔جس کی رو سے اس نے مسلمانوں کے اس آخری قلعے اور یورپ میں مسلمانوں کی عزت وعظمت کے نشان کو ۲ر ربیع الاول ۸۹۷ھ مطابق ۲رجنوری ۱۴۹۲ئ کو قسطالوی حکمرانوں کے حوالے کردیا۔

ابوعبداللہ غرناطہ چھوڑ کر اہل وعیال اوردولت وثروت لے کر مشرقی بشرات کے علاقے میں چلا گیا اورمریہ سے قریب آندرش میں اقامت اختیار کی۔ایک سال چند ماہ تک وہ یہیں مقیم رہا،مگر قسطالوی حکمراں اس کے آندرش میں رہنے کواپنے حق میں بہتر نہ سمجھتے تھے اس لئے وہ عبداللہ کوطرح طرح سے پریشان کرتے اورلالچ دیتے۔چنانچہ اس نے ۱۴۹۳ئ میں قسطالہ کے بادشاہوں سے معاہدہ کیاجس کی رو سے وہ اپنے تمام حقوق سے دست بردار ہوگیااوراس کے عوض اس کوعیسائیوں کی طرف سے ایک خطیر رقم ملی۔یہ معاہدہ آج بھی اسپین کے ایک اہم نوادراتی مرکز میں محفوظ ہے،جس پر ابوعبداللہ کے دستخط اوراس کی مہر ثبت ہے۔اس پر ۲۳ر رمضان ۸۹۸ھ کی تاریخ درج ہے۔آندرش چھوڑ کرابوعبداللہ فاس چلا گیا۔اور وہاں اندلسی طرز

کا ایک محل بنا کر اسی میں رہنے لگا۔ سقوط غرناطہ کے المیہ کے تقریباً چالیس سال بعد ۹۴۵ھ مطابق ۱۵۳۴ء میں اس کا یہیں انتقال ہوا اور اس کو فاس میں دفن کیا گیا۔

اندلس کے مشہور مؤرخ مقری نے ابو عبداللہ کے اُس محل کو دیکھا تھا۔ اسی سلسلے میں اس نے اپنی کتاب نفح الطیب ایک نہایت افسوس ناک اور حیرت انگیز واقعہ درج کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ میں نے اندلس کے آخری فرمانرواں ابو عبداللہ کے بیٹوں اور یوسف احمد کو اتنی قابل رحم حالت میں دیکھا کہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ انتہائی غربت وافلاس کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا گذارہ صدقے اور خیرات کے اس مال پر ہوتا ہے جسے لوگ ان کی حالت پر ترس کھا کر ان کو دیتے ہیں۔

یہ ہے اندلس کے آخری فرمانرواں کی وہ الم ناک داستان، جو قیامت تک تمام مسلمانوں کے جسم میں ناسور بنی رہے گی۔ اور پکار پکار کر کہتی رہے گی کہ دنیا میں سربلندی وعظمت اسی قوم کو ملتی ہے جو انسانیت کی اعلیٰ قدروں کی حامل ہو اور فلاح و بہبود کی علمبردار ہو، اس کے برعکس اگر وہی قوم ان خصوصیات کو ترک کر کے خود غرضی اور اقتدار پرستی کی ہوس میں باہمی اختلافات اور داخلی جھگڑوں کا شکار ہو جاتی ہے تو وہ ذلت ومسکنت کے ایک اتھاہ دلدل میں پھنس جاتی ہے اور پوری دنیا کے لئے درس عبرت بن جاتی ہے۔

غزل

الحاج سید مرتضیٰ حسین رہبرؔ رحمۃ اللہ علیہ

ماہِ کامل پر ہو جسے کوئی اختر رکھ دیا
اُس حسیں چہرے پہ لب ہیں یا گلِ تر رکھ دیا

جیتی بازی ہار بیٹھا ہوں یہ کیا ہے ماجرا
ہے بساطِ زیست کو کس نے الٹ کر رکھ دیا

کلمہ حق پھر بھی تو جاری تھا جب اغیار نے
ریت پر جلتی لِٹا سینے پہ پتھر رکھ دیا

اُس کی حالت کو خدا نے بھی نہیں بدلا کبھی
جس نے خود حالات کے قدموں میں سر رکھ دیا

کہہ دیا ہر قول پر لبیک، کیا تقلید ہے یا
پاؤں اپنا اُن کے ہی نقشِ قدم پر رکھ دیا

جانے منصف کیا لکھے دیکھو تو قاتل کا ہنر
قتل کرے آستیں میں میری خنجر رکھ دیا

ایک مدت سے وہ نم ہے خشک ہوتا ہی نہیں
میں نے جس کاغذ پہ اپنا دیدۂ تر رکھ دیا

ہاں مرے اشعار سُن کر کوئی سامع بول اٹھا
آپ نے رہبرؔ تو کوزے میں سمندر رکھ دیا

غزل

الحاج سید عظیم الباقی عظیمؔ

جب گردِ یاس آئینہ دل پہ چھائی ہے
مجھ کو ترے کرم سے بڑی شرم آئی ہے

دل میں مسرتوں نے قیامت اٹھائی ہے
مدت کے بعد آج تری یاد آئی ہے

اے جنبشِ نگاہ کرم تیرا شکریہ
لمحوں کی زندگی نے بڑی عمر پائی ہے

انجامِ زندگی بھی ذرا سوچتے کبھی
فرصت الجھ کے غم سے کہاں اتنی پائی ہے

اب تو ہے مجھ سے غیرتِ احساس بھی خفا
بندہ نواز تیرے کرم کی دہائی ہے

ایک اک سے پوچھتی ہے یہ نفرت کی تیرگی
کس نے جہاں میں شمع محبت جلائی ہے

اپنے ضمیر کی بھی نہ فریاد سن سکے
ہم نے وفا کی دھن میں بڑی چوٹ کھائی ہے

پیاری نہ کیوں نہ بزم تمنا مجھے عظیمؔ
اک زندگی مٹا کے یہ ہستی بسائی ہے

قطب المدار

اولیاء کرام کی نظر میں

ازقلم۔مولانا محمد سعید اختر پلاموی

تیسری صدی ہجری میں بزم کائنات کو اپنے وجود سے رونق بخش کر کائنات عالم میں اسلامی انقلاب لانے والی اور ذہن وفکر کے ایوانوں میں وحدت کا چراغ جلا کر عقیدے کی سنگلاخ زمین کو فیضان رسالت سے ہموار کرنے والی شخصیتوں کے حالات وواقعات اور ان کی دینی مذہبی تبلیغی خدمات کو تاریخ کے اجالے میں مطالعہ کیجئے تو آپ کو ایک ایسی بھی جلیل القدر روحانی اور عبقری شخصیت نظر آئے گی جس کی شوکت وعظمت قدر ومنزلت اور جلالت شان کا پرچم نہ صرف ہمالہ کی فلک بوس چوٹیوں پر بلکہ عرش اعظم کی بلندیوں پر بھی لہرا رہا ہے جو جلوۂ حق کی روشن دلیل بھی ہے اور قرب حق کے لئے سنگ میل بھی جو خدا کی قدرت کا ایک ایسا حسین شاہکار ہے۔قرنوں اور صدیوں کے انتظار کے بعد اس قسم کا نایاب گوہر اہل جہاں کو نصیب ہوتا ہے۔جو فیضان نبوت کا ایک ایسا آبشار ہے جس سے قیامت تک تشنگان معرفت اپنی پیاس بجھاتے ہوئے نظر آئیں گے، جو گلشن ہستی کے لئے ایک ایسی فصل بہار ہے جس سے صبح قیامت تک کارخانۂ ہستی نغمۂ توحید سے آباد رہے گا۔

یہ وہ ذات ہے جس کو دنیا سرکار سرکاراں سید بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار مدار العالمین رضی اللہ عنہ کے نام نامی اور اسم گرامی سے جانتی پہچانتی اور مانتی ہے۔

اللہ رب العزت نے آپ کو ''قطب المدار'' کے منصب عظیم پر جلوہ گر فرما کر جملہ اولیاء واقطاب کا سردار وسرتاج ہونے کا شرف بخشا ہے۔اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی مخصوص بندے کو اس عظیم منصب کیلئے منتخب فرماتا ہے تو جملہ مخلوقات میں اس کی عظمت وشان کے اظہار کے لئے کس قدر اہتمام وانتظام کرتا اور اعزاز واکرام کی کیسی مثال پیش فرماتا ہے۔

حضرت علامہ شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

> '' حق سبحانہ تعالیٰ جب کسی بندے کو درجۂ قطبیت سے سرفراز فرماتا ہے تو عالم مثال میں اس کے لئے ایک تخت بچھاتا ہے پھر اسے اسماء الٰہیہ تلقین کرائے جاتے ہیں اور تاج کرامت پہنا کر جب اسے تخت پر بٹھایا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں اور ارواحِ اجنہ کو حکم دیتا ہے کہ وہ سب اس کے ہاتھ پر بیعت کریں اور اس سے اکتساب فیض کریں چنانچہ کائنات کا ذرہ ذرہ قطب مدار کے دست فیاض سے مستفیض ہوتا ہے۔''(فتوحات مکیہ)

قطب المدار کی عظمت و مرتبت اور بارگاہ کبریا میں اس کی مقبولیت کا مزید اندازہ لگانا ہو تو ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا حکیم فرید احمد عباسی نقشبندی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''قطب مدار بر قلب حضور پرنور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم می باشد قطب مدا۔ تمام اغواث واقطار کا سردار ہوتا ہے اور حضرت خاتم النبیین علیہ التحیۃ والثناء کی اس عالم میں مظہر تمام ہوتا ہے قطب مدار وہ ہوتا ہے جس کو علم باری عزاسمہ اور صفات باری تعالیٰ سے پورا پورا حصہ ملتا ہے اور یہی اپنے زمانہ میں بواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم ہوتا ہے اور انسان کامل ہوتا ہے اور تمام اشیاء کی اصل ہوتا ہے۔ سب اس کے تابع فرمان ہوتے ہیں۔ یہی فرد الافراد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ فیض حاصل کرتا ہے اور جو احکام اس عالم کے انتظام کے لئے دربار نبوی سے صادر ہوتے ہیں ان کو اپنے ماتحت اغواث واقطاب ونجباء ونقباء وابدال کو درجہ بدرجہ پہونچاتا ہے اور یہ حضرات درجہ بدرجہ جو واقعات ہوتے ہیں قطب مدار کے سامنے پیش کرتے ہیں اور قطب مدار دربار نبوی میں پہونچاتا ہے۔ حضرت سید بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دربار نبوی سے یہی مرتبہ قطب المدار کا حاصل ہوا تھا۔''

(مدار اعظم)

حضرت میر جعفر مکی خلیفہ سیدنا نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''قطب عالم ہر زمانہ اور عصر میں ایک ہوتا ہے۔ اہل دنیا اور آخرت میں سے تمام موجودات سفلی وعلوی کا وجود قطب عالم کے وجود سے قائم ہے۔ قطب عالم کو بے واسطہ حق تعالیٰ سے فیض پہونچتا ہے۔ قطب عالم کو قطب مدار بھی کہتے ہیں یعنی موجودات سفلی وعلوی کا مدار قطب المدار کے وجود کی برکت سے ہے۔'' (بحر المعانی)

وہ ذات جس کو قدرت نے روز میثاق ہی میں محبوبیت عطا کی ہو اور جس کو حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حریم ناز میں باریابی بخش کر عہدۂ مداریت سے سرفراز کیا ہو اور روحانی تعلیم و تربیت فرما کر جس کے نگار خانۂ حیات کو مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سجایا سنوارا ہو اس کے مقام و مرتبہ کو سمجھنا نہ صرف یہ کہ مشکل بلکہ ناممکن بھی ہے۔

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں:

جعلنا اللہ تعالیٰ معینا لقطب المدار من اولیاء اللہ تعالیٰ الذی جعلہ اللہ تعالیٰ مدار اللعالم جعل بقاء العالم ببرکۃ وجودہ وافاضتہ

(الحدیقۃ الندیہ فی الطریقۃ النقشبندیہ)

شہنشاہ ولایت حضرت مخدوم اشرف سمنانی کچھوچھوی رضی اللہ عنہ کے مقدس ارشاد کا مفہوم:

''جب قطب المدار دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو آپ نے بکمال شفقت روحانی تعلیم و تربیت فرمائی اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت سید بدیع الدین اویسی

مشرب تھے۔ علوم نوادر مثلاً علم ہیمیا، ہمیا، ریمیا آپ جیسے بہت کم لوگوں کو نصیب ہے۔
(لطائف اشرفی)

آب وگل کی اس دنیا میں روحانیت کے تاجداروں اور مبلغین اسلام کی فہرست بہت طویل ہے لیکن وہ ذات جس کو خداوند تعالیٰ نے مقام محبوبیت سے نواز کر سید الاولیاء ہونے کا شرف بخشا ہوا اور مقام صمدیت عطا فرما کر کھانے پینے سے بے نیاز کر کے صرف اور صرف فروغ دین کیلئے منتخب فرمایا ہو اس کی تبلیغی خدمات اور مذہبی اشاعت کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

تذکرۂ خلفاء عرب واسلام میں تحریر ہے:

''حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار نے پوری دنیا کا سفر کیا اور آپ اپنے وقت کے قطب المدار تھے۔ اسی لئے لوگ آپ کو زندہ شاہ مدار کہتے ہیں۔ آپ کے بے شمار مرید وخلیفہ ہوئے اور آپ سے بیشمار کرامتوں کا ظہور ہوا ہے۔''

(تذکرۂ خلفاء عرب واسلام)

اس کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے حضرت علامہ الیاس قادری فرماتے ہیں:

''حضرت سید بدیع الدین قطب المدار رضی اللہ عنہ کے ایک لاکھ سے زائد خلفاء گزرے ہیں۔'' (رسالۂ الیاس)

ولایت کا وہ تاجدار زبان وبیان تحریر وتقریر لوح و قرطاس سے گزر کر جس کی جلالت شان کا چراغ کشور دل کی شبستانوں میں جل رہا ہے جو شمع رسالت کی تنویر ہے جو کائنات کی تقدیر ہے قدرت نے اس کو کائنات کے ذرے ذرے پر تصرفات عامہ کا کس درجہ اختیار بخشا چاہے اس سلسلہ میں اولیاء کرام اور عارفانِ حق کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

حضرت غلام علی نقشبندی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''در مجلس شریف ذکر اقطاب آمد حضرت ایشاں فرمودند حق سبحانہ تعالیٰ اجراء کارخانہ ہستی وتوابع ہستی قطب مدار را عطا می فرماید وہدایت ورہنمائی گمراہاں بدست قطب ارشاد می سپارد وبعد ازاں فرمودند حضرت بدیع الدین شیخ مدار قدس سرہ قطب مدار بودند وشاں عظیم دارند۔'' (درالمعارف)

(ترجمہ) ایک دن مجلس شریف میں اقطاب کا ذکر آیا تو ان حضرات نے فرمایا کہ حق تعالیٰ سبحانہ اجراء کارخانۂ ہستی وتوابع ہستی قطب مدار کو عطا فرماتا ہے اور گمراہوں کی رہنمائی وہدایت وارشاد کا کام قطب ارشاد کے حوالے کرتا ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ حضرت بدیع الدین شیخ مدار قطب مدار تھے اور عظیم شان والے تھے۔

حضرت سیدنا سید محمد بن جعفر مکی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

''مراتب اقطاب آنست کہ ایشاں اگر بخواہند ولی را از ولایت معزول کنند وبجائے دیگرے رانصب کنند ومرتبۂ قطب المدار یعنی قطب عالم آنست کہ اوا گر بخواہد اقطاب را از مقام قطبیت معزول کند واللہ تعالیٰ فرشتہ را کار فرمودہ باشد بگفت قطب مدار ازاں کار فرشتہ را معزول کند وگفت قطب مدار حضرت جلت قدرتہ احکام لوح محفوظ را نیز محو گرداند وزندہ کردن موتی وانتقالات عرش وکرسی ایں جمیع تصرفات مر قطب مدار باشد۔'' (بحر المعانی)

(ترجمہ) اختیارات اقطاب یہ ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو ولی کو ولایت سے معزول کردیں اوراس کی جگہ پر کسی دوسرے کو مقرر کردیں اور قطب مدار یعنی قطب عالم کا اختیار یہ ہے کہ اگر وہ چاہے تو اقطاب کو مقام قطبیت سے معزول کردے اور اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کو کسی کام پر مامور کیا ہو تو قطب مدار فرشتہ کو اس کام سے معزول کرسکتا ہے اور فرمایا کہ قطب مدار لوح محفوظ کے احکام کو بھی محو کرسکتا ہے اور مردوں کو زندہ کرنا اور عرش وکرسی کو منتقل کردینا یہ سب تصرفات قطب مدار ہیں۔

ایک اور مقام پر تصرفات قطب مدار پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

''قطب عالم یعنی قطب مدار متصرف برجمیع اقالیم و برجمیع اقطاب باشد واز عرش تا ثری متصرف بود۔'' (بحرالمعانی)

(ترجمہ) قطب عالم یعنی قطب مدار تمام اقلیموں اور سارے اقطاب پر متصرف ہوتا ہے اور عرش سے تحت الثریٰ تک متصرف ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اوتاد کے لئے سزاوار ہے کہ وہ رات بھر میں سارے جہاں کا گشت مکمل کرے اور اگر کوئی جگہ ایسی رہ جائے جہاں اس کی نظر نہ پہونچے تو دوسرے دن اس مقام میں خلل واقع ہو جاتا ہے اس وقت وہ اپنے غوث وقطب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تا کہ وہ اپنی قوت مبذول فرمائے اللہ تعالیٰ اس غوث وقطب کی برکت سے جہاں کے اس خلل کو دور فرمادیتا ہے۔ (کشف المحجوب)

خدا داد اختیارات وتصرفات کا ہی یہ اعجاز تھا کہ روحانیت کے اس تاجدار نے کائنات کے گوشے گوشے کا تبلیغی دورہ فرما کر جو ملک صدیوں سے کفر وشرک فواحش ومنکرات اور دہشت ودرندگی میں ڈوبے ہوئے تھے بحروبر کی وسعتوں کو سمیٹ کر زمین کا جغرافیہ قوموں کا ذہن اور فکر کے زاویے بدلتے ہوئے ایک جہانِ نو کی تخلیق کی طرح اسلامی ضابطۂ حیات کے لئے کہیں کفن بدوش کشور کشا مجاہدین کا لشکر تیار کیا تو کہیں اسلام کی بالادستی کے لئے فرماں رواؤں کا مقدس گروہ، کبھی اسلامی نظام حیات مرتب کرنے والے فقہاء ومجاہدین کی جماعت تیار کی تو کہیں اس قانون کے نفاذ کے لئے قاضیوں کا عظیم طبقہ، کبھی دلوں کی سرزمین کو مسخر کرنے کے لئے اولیاء واقطاب کی نورانی جماعت کو وجود بخشا تو کبھی ظاہری احوال کو درست کرنے کے لئے نائبین رسول کا مقدس گروہ

مدینے کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر
بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر
(صلی اللہ علیہ وسلم)

رئیس المکاشفین حضرت شیخ اکبر ابن العربی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

ومنهم رضی اللّٰہ عنه رجل واحد فی کل زمان آیة وهو القاهر فوق عباده له الاستطاعة علی کل شئی سواء اللّٰہ۔

(ترجمہ) اولیاء اللہ میں سے ہر زمانہ میں ایک ولی ایسا ہوتا ہے جو سوائے حق تعالیٰ کے ہر چیز پر غالب ومتصرف رہتا ہے۔

ایک شعر

سیکھنے مذہب اسلام کا دستور چلیں
دوستو آؤ چلو سوئے مکن پور چلیں

یاورؔ وارثی

بچوں کی تعلیم وتربیت میں والدین کا کردار

از:۔ پروفیسر سید محمد سلیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ننھے منے بچوں کو جنت کے پھولوں سے تشبیہ دی ہے جس طرح پھولوں کو دیکھ کر ہر آدمی خوش ہوتا ہے اسی طرح ننھے بچوں کو دیکھ کر ہر آدمی کا دل ودماغ باغ باغ ہوجاتا ہے۔ایک عرب شاعر کہتا ہے

اولادنا اکبادنا یمشون بین ایدینا

اولاد ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ جو ہمارے سامنے چل پھر رہے ہیں۔

والدین کو اپنی اولاد سے بے اندازہ محبت ہوتی ہے اولاد کو دیکھ کر ماں باپ کا جی خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ بچے والدین کے لئے سکون وراحت کا سبب ہوتے ہیں جب کام دھندے سے تھکا ہارا باپ گھر میں داخل ہوتا ہے اور چھوٹا بچہ اس کی ٹانگوں سے لپٹ جاتا ہے اور وہ اس کو اٹھا کر سینہ سے چمٹا لیتا ہے اس وقت اس کی ساری کلفتیں اور ساری کوفت دور ہو جاتی ہے۔ خوشی اور مسرت کی ایک لہر اس کے سارے جسم میں دوڑ جاتی ہے اور مسرت وشادمانی سے اس کا خشک چہرہ کھل کھلا اٹھتا ہے۔

اولاد کو والدین بڑھاپے کا سہارا سمجھتے ہیں ان کو خاندان کی یادگار سمجھتے ہیں۔ اولاد کی ترقی اور ناموری سن کر خوشی سے والدین کا خون بڑھ جاتا ہے۔ اولاد والدین کے لئے محنت ومشقت کا پیغام ہے۔ اولاد کی خاطر والدین بے اندازہ محنت ومشقت کرتے ہیں۔ مصیبت پڑنے پر وہ اولاد کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اولاد کی قدر اُن جوڑوں سے پوچھئے جو اولاد سے محروم ہیں۔

بچے فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ والدین کے لئے دولتِ بے بہا ہیں۔ بچے والدین کے مسرت اور شادمانی کا خزانہ ہیں۔

بچے آزمائش ہیں

اسلام کی تعلیمات کے مطابق اولاد محض سکون وراحت کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ فی الحقیقت والدین کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں۔ جس طرح مال ودولت اور ہزار ہا نعمتیں اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ اسی طرح اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن امانتوں کے ذریعہ انسان خلیفۃ اللہ کے حسن عمل اور حسن کارکردگی کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ ان کے ذریعہ انسان کی قوتوں، صلاحیتوں علم اور اختیار کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص مال ودولت کا عیاشیوں اور فضول خرچیوں میں اُڑا دیتا ہے تو وہ دنیا میں بھی بدنامی مول لیتا ہے اور آخرت میں بھی ناکامی کا منہ دیکھتا ہے۔ عذابِ دوزخ کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اولاد دے کر والدین کی آزمائش مقصود ہے کہ آیا والدین اولاد کی بہترین

تعلیم وتربیت کرتے ہیں۔ بہترین زیور اخلاق وآداب سے ان کو آراستہ و پیراستہ کرتے ہیں یا نہیں دنیا میں اولاد کے ذریعہ اپنے لئے نیک نامی کماتے ہیں یا لاپرواہی برت کر ان کو بگاڑ دیتے ہیں اور اپنے لئے بدنامی چھوڑ جاتے ہیں۔ اولاد کو تعلیم یافتہ، بااخلاق، مہذب اور شائستہ اطوار بنا کر معاشرہ میں خیر خواہ اور صالح افراد کا اضافہ کر کے جاتے ہیں یا بدکردار اور فساد انگیز افراد کا اضافہ کر کے جاتے ہیں۔

اولاد کی پیدائش کے بعد والدین ایک چیلنج سے دوچار ہوتے ہیں ایک کڑی آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں خواہ ان کو اس آزمائش کا شعور ہو یا نہ ہو۔ بیشتر والدین کو تو اپنی اس معاشرتی ذمہ داری اور آزمائش کا شعور وادراک نہیں ہے۔ اللہ تعالٰی نے ان کو اولاد سے نوازا ہے مگر وہ اولاد کی طرف سے لاپرواہ ہیں۔ بچے ان کے گھروں میں خودرو درختوں کی طرح پروان چڑھتے ہیں وہاں نہ کوئی آبیاری کرنے والا ہوتا ہے اور نہ دیکھ بھال کرنے والا۔ والدین کو ان کی تعلیم وتربیت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ آوارہ اور بدکردار لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر خود بھی آوارہ اور بدکردار بن جاتے ہیں۔ والدین کو اولاد کے بگڑنے پر نہ کوئی پریشانی نہ مستقبل کے نتائج سے کوئی خوف نہ آخرت میں جواب دہی کا کوئی احساس۔ کسی نے اگر ٹوکا تو کہہ دیا بڑا ہو کر خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ حالانکہ یہ کچے کانٹے ہی بڑے ہو کر پختہ ہو جائیں گے۔

انسان کتنا نادان ہے وہ اپنے مال اور جائیداد کو دوسروں کے قبضے میں جانے سے چانے کے لیے مستقل نگرانی کرتا ہے ہمیشہ چوکنا رہتا ہے لیکن جو اس کا سب سے بڑا سرمایہ ہے اس کی اولاد اس کی طرف سے مستقل غفلت برتتا ہے اور بے توجہ ہے جس کا جی چاہے اولاد پر قبضہ کر لے اور اپنے رنگ میں رنگ لے۔ ان حالات میں اگر اولاد بگڑتی ہے بداخلاقی کا مظاہرہ کرتی ہے تو والدین کو پھر اپنے سے ہی شکوہ اور گلہ کرنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہ اس کے والدین ہیں جو اگر یہودی ہیں تو اس کو یہودی بنا لیتے ہیں اگر عیسائی ہیں تو عیسائی بنا لیتے ہیں۔ اور اگر مجوسی ہیں تو اس کو مجوسی (پارسی) بنا لیتے ہیں۔

بچہ کی تعمیر اور تسخیرات میں والدین اور خاندان جو اہم کردار ادا کرتے ہیں اس کو یہ حدیث بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ بچوں کی مثال اس کچی مٹی کی مانند ہے جو کمہار کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اس سے مختلف قسم کے برتن بناتا رہتا ہے انسانوں کو بنانے اور بگاڑنے میں والدین اور خاندان کو بڑا دخل ہے معاشرہ میں افراد جیسے بھی کچھ ہیں وہ اپنے والدین، خاندان اور معاشرتی عوامل کے پروردہ اور تیار کردہ ہیں۔

بچہ ماں کی گود میں آنکھ کھولتا ہے

آغاز ہی میں بچہ کی ساری احتیاجات ماں کی ذات سے وابستہ ہوتی ہے زندگی خداوند تعالٰی نے دی ہے مگر بچہ کو پروان ماں چڑھاتی ہے۔ بات صرف اتنی سی نہیں ہے کہ ماں صرف گندگی صاف کرتی ہے اور دودھ پلاتی ہے۔ ماں کے سینے سے چمٹ کر بچہ دودھ پیتا اور محبت کی سینک حاصل کرتا ہے۔ ماں اپنا دودھ پلا کر بچہ کی نشوونما کا ذریعہ بنتی ہے۔ وہ محبت ایثار کے جذبات بھی اس دودھ کے ساتھ بچہ کے اندر انڈیل دیتی ہے۔ اس طرح اس کی ذہنی اور اخلاقی نشوونما بھی کرتی ہے۔ گندی سے گندی اور پھوہڑ سے پھوہڑ ماں اعلٰی تعلیم یافتہ نرسوں سے کہیں افضل ہوتی ہے۔ ماں اپنے گم صم بچے کے ساتھ بچکانہ لہجہ میں بات کرتی رہتی ہے۔ وہ بچہ کو اپنی آوازیں سناتی رہتی ہے ان کو سن سن کر بچہ کے کان ان آوازوں سے مانوس ہو جاتے ہیں، پھر وہ بھی ان آوازوں کی

نقل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اور خود بھی بولنا شروع کر دیتا ہے ۔ اگر عورتوں میں مرض کی حد تک باتیں کرنے کی عادت قدرت ودیعت نہ کرتی تو کوئی بچہ بولنا نہ سیکھتا۔ نسلی انسانی گونگی رہتی۔ آج انسان قینچی کی طرح زبان چلا رہا ہے یہ سب ماں کا فیضان ہے بچہ کی نشوونما تربیت افکار واخلاق سب ماں کی بے غرضانہ محبت، بے اندازہ صبر وتحمل اور ایثار وقربانی کا نتیجہ ہے، ماں کا دنیا میں کوئی بدل نہیں ہے۔

جدید تہذیب نے بچہ پر ظلم کیا۔ دودھ پینے کیلئے بچہ کے منہ میں شیشی دے دی۔ بچہ کو ماں کے سینے کی گرم حرارت اور محبت سے محروم کر دیا اور جن کے بچے ہسپتال اور گوشہ اطفال میں پرورش پاتے ہیں وہ تو بڑا ظلم کرتے ہیں۔ کمرہ میں چار پائیوں پر برابر سینکڑوں بچے لیٹے ہوئے ہیں وقت پر ان کو دودھ کی شیشی مل جاتی ہے ان کی گندگی صاف ہوتی رہتی ہے مگر وہ ماں کی محبت سے محروم رہتے ہیں۔ ماں کی محرومی سے ان کے اندر جذبات لطیف محبت، ایثار وقربانی، ہمدردی وغیرہ کی آبیاری نہیں ہوتی۔ وہ توانا اور تنومند ہو سکتے ہیں منتظم اور مدبر ہو سکتے ہیں مگر شریف جذبات انسانی سے وہ بیگانہ رہتے ہیں۔ وہ ہٹلر اور اسٹالن تو بن سکتے ہیں مگر شرافت وانسانیت کے پیکر، رقت قلبی کے مظہر جنید بایزید نہیں بن سکتے۔

بچہ کی ذہنی تربیت

بچوں کی ذہنی صلاحیت کے متعلق عام طور پر غلط فہمی میں مبتلا ہیں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ چھوٹے بچے بالکل ناسمجھ اور نادان ہوتے ہیں۔ بچہ کا ذوق تجسس بہت بڑا ہوا ہوتا ہے۔ وہ کھلی آنکھوں سے اشیا کا مشاہدہ کرتا ہے وہ کھلے کانوں سے آوازیں سنتا ہے۔ وہ ہر چیز کو سمجھنا چاہتا ہے وہ ہر چیز کو چھوتا ہے ہر چیز کو الٹتا ہے پلٹتا ہے توڑتا پھوڑتا ہے۔ بچہ کی یہ ساری جدوجہد معلومات حاصل کرنے کے لئے ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بچہ شرارتیں کر رہا ہے۔

نفسیات اطفال کے ماہرین کی رائے ہے کہ تین چار سال کی عمر کو پہنچتے پہنچتے بچہ لاشعور ہیں ہر قسم کی معلومات کا وافر ذخیرہ فراہم کر لیتا ہے۔ یہ ذخیرہ اس کے پاس بنیادی سرمایۂ علم کا حکم رکھتا ہے آئندہ جو معلومات اس کو حاصل ہوتی ہیں وہ ان کو اپنے سابقہ ذخیرۂ علم کی روشنی میں مرتب کرتا ہے اور ذہن میں ایک مقام پر اس کو رکھتا ہے۔ اس طرح زندگی بھر اس کا علمی سفر جاری رہتا ہے اور ذخیرۂ معلومات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اولین ذخیرۂ معلومات بہت اہمیت کا حامل ہے۔ بچہ کے افکار وکردار اور اخلاق واعمال پر گہرے اثرات ثبت کرتا ہے۔ اس لئے تشکیل ذہنیت کا یہ ابتدائی دور بے حد اہم ہے۔ اس دور کی اہمیت کا والدین اور اساتذہ کو واضح ادراک ہونا چاہئے۔ اس کے بعد ہی وہ بچہ کی تعلیم وتربیت زیادہ بہتر انداز سے کر سکیں گے۔

ماحول سے اثر پذیری

والدین اور گھروں کے افراد کی زبانی اور شعوری تعلیم سے زیادہ بچہ گھر کے افراد کی خاموش تلقین سے زیادہ متاثر ہوتا ہے گھر کے حالات سے اور گھر والوں کی معلومات سے وہ بڑی حد تک متاثر ہوتا ہے۔ بعض علمائے نفسیات نے بچہ کے کردار پر ماحول کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ ان کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ گھروں کا ماحول مختلف نوعیت کا ہوتا ہے۔

۱۔ اگر بچہ محبت اور ہمدردی کے ماحول میں رہتا ہے تو وہ محبت اور ہمدردی سیکھتا ہے۔

۲۔ اگر بچہ تعریف کے ماحول میں رہتا ہے تو وہ قابل تعریف بننے کی کوشش کرتا ہے۔

۳۔ اگر بچہ ہمت افزائی کے ماحول میں رہتا ہے تو وہ

خوداعتمادی سیکھتا ہے۔

۴۔ اگر بچہ تحفظ کے ماحول میں رہتا ہے تو وہ دوسروں پر بھروسہ کرنا سیکھتا ہے۔

۵۔ اگر بچہ تحمل مزاجی کے ماحول میں رہتا ہے تو وہ صبر وبردباری سیکھتا ہے۔

۶۔ اگر بچہ تنہائی کے ماحول میں رہتا ہے تو وہ اخوت ورفاقت سے ناآشنا رہتا ہے۔

۷۔ اگر بچہ بے جا تعریف کے ماحول میں رہتا ہے تو وہ خود پسندی اور مغرور بن جاتا ہے۔

۸۔ اگر بچہ کی ہر خواہش پوری کی جاتی ہے تو وہ ضدی بن جاتا ہے۔

۹۔ اگر گھر کی اشیاء بچے سے چھپا کر رکھی جاتی ہے تو بچہ میں چوری کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ اگر بچہ پر ہر وقت روک ٹوک اور گرفت ہوتی رہتی ہے تو بچہ ڈرا ہوا اور سہا سہا رہتا ہے۔

۱۱۔ اگر بچہ معاندانہ ماحول میں رہتا ہے تو بچہ لڑنا جھگڑنا سیکھتا ہے۔

۱۲۔ اگر بچہ شرم دلانے اور تذلیل کے ماحول میں رہتا ہے تو بے حد شرمیلا اور محجوب بن جاتا ہے۔

۱۳۔ اگر ماں باپ کی باہمی لڑائی جھگڑے کے درمیان بچہ پرورش پاتا ہے تو اس کی ذہنی اور اخلاقی تربیت میں نقص رہ جاتا ہے۔

۱۴۔ اگر بچہ یتیمی کی حالت میں پرورش پاتا ہے تو (۱) خوداعتمادی پیدا کر کے مشقت کرتا ہے (۲) یا بے سہارا محسوس کر کے آوارہ بن جاتا ہے۔

پہلی درس گاہ گھر ہے

بچے کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری والدین اور گھر کے دوسرے افراد کے ذمہ عائد ہوتی ہے جس کا انہیں ادراک ہونا چاہئے۔ اس ذمہ داری کو انہیں سنجیدگی سے ادا کرنے کی مقدور بھر کوشش کرنا چاہئے۔ بچوں کی تربیت کرنا کوئی آسان کام کی تیاری کی جاتی ہے۔ دنیا میں ہر کام کی تیاری کی جاتی ہے مگر ہمارے معاشرے میں اس اہم کام کی سرے سے کوئی تیاری نہیں کی جاتی ہے۔

درحقیقت تعمیر سیرت اور تشکیل شخصیت کا نام ہے چھوٹے بچوں کے معاملہ میں تو تعلیم کی یہ تعریف لفظاً درست ہے۔ تعلیم وتربیت کے ذریعہ بچے کے افکار وکردار اور گفتار کو پروان چڑھایا جاتا ہے ایک خاص رخ پر ڈھالا جاتا ہے۔ اس کے اندر موجود جذبات اور احساسات کی ایک خاص انداز سے رہنمائی کی جاتی ہے۔ بچہ کے اندر شرافت، اخلاق اور شائستگی کے جذبات پیدا کئے جاتے ہیں اور اخلاق محمودہ کے اندر پیدا کئے جاتے ہیں اور اخلاق مذمومہ اس سے دور کئے جاتے ہیں۔

یہ کام بڑے صبر تحمل اور حکمت ودانائی سے کیا جاتا ہے۔ دور بینی اور مستقل مزاجی اس کے لے درکار ہوتی ہے بردباری اس کے لئے ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواتین کے متعلق فرمایا تھا۔ کہ (یہ نرم نازک آبگینے ہیں) ذرا بھی سختی کرو گے تو یہ شیشے ٹوٹ جائیں گے۔ یہ تشبیہ بچوں پر بدرجۂ اولیٰ صادق آتی ہے۔ بچے ضرورت سے زیادہ سختی سے بھی بگڑ جاتے ہیں اور ضرورت سے زیادہ نرمی سے بھی حکیمانہ انداز میں راہِ اعتدال اختیار کرنا چاہئے۔ تب ان کی اصلاح کی توقع کی جاسکتی ہے۔

والدین کے فرائض

بچوں کی تعلیم وتربیت سے متعلق جو اہم فرائض والدین پر عائد ہوتے ہیں ان کو والدین خواہی نہ خواہی صحیح یا غلط ادا تو کرتے ہیں مگر جان بوجھ کر صحیح طریقے سے ان فرائض کو ادا نہیں کرتے جس کی وجہ سے بسا اوقات نتائج امیدوں

کے برخلاف ظاہر ہوتے ہیں۔ جو مستعد والدین یہ فرائض بحسن وخوبی ادا کرنے کے خواہشمند ہوں ان کے لئے احادیث کے ذخیرہ میں کافی ہدایات اور رہنمائی موجود ہے۔ ان احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

جب بچہ تولد ہو تو گھر کا بزرگ بچے کے کان میں اذان پڑھے اور دوسرے کان میں اقامت۔ گویا اس طرح بچہ نے کلمۂ شہادت ادا کر دیا وہ مسلمان ہوگیا۔ بچہ تو خود نا سمجھ ہے گھر کے بزرگ نے وکیل بن کر اس کی جانب سے اعلان کر دیا۔

اشھدان لا الٰہ الا اللہ و اشھدان محمد رسول اللہ

اب گویا وہ مسلمان ہوگیا۔ جب وہ زبان سے حروف ادا کرنے کے قابل ہو جائے گا تو سب سے پہلے اس کو اللہ سکھایا جائے گا اور اس کے بعد کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سکھانا چاہئے تاکہ اب وہ خود اپنی زبان سے کلمہ ادا کر کے اسلام کی توثیق کر دے۔ سات سال کی عمر میں اس کو نماز سکھانا چاہئے اور دس سال کی عمر میں وہ باقاعدہ نماز پڑھنا شروع کر دے۔

بچوں کی تعلیم وتربیت

والدہ کا فرض ہے کہ بچوں کو صاف ستھرا اور پاک رکھیں۔ جب وہ بالکل چھوٹے ہوں تو خود ان کی صفائی کرے۔ اس میں ہرگز کسل مندی اور سستی کا مظاہرہ نہ کرے اور جب وہ بڑے ہو جائیں تو ان کے اندر پاکی اور صفائی کا احساس پیدا کرنا چاہئے۔ ان کو صاف ستھرا رہنے کا حکم دینا چاہئے۔ صبح اٹھتے ہی کلمہ طیبہ پڑھیں اور بزرگوں کو سلام کریں پھر وہ صفائی کریں۔ منہ ہاتھ دھوئیں، کپڑوں کی صفائی کا خاص طور پر ان کے اندر احساس پیدا کرنا چاہئے۔ دانت صاف کرنے کی عادت ڈالنا چاہئے۔ جسمانی طہارت ذہنی پاکیزگی کے لئے راستہ ہموار کرتی ہے۔

ان کو آداب اور سلیقہ سکھانا چاہئے کھانا کھانے کے آداب سکھانا چاہئے۔ کھانے سے قبل ہاتھ دھونا چاہئے، کلی کرنا چاہئے، کھانا داہنے ہاتھ سے کھانا چاہئے۔ کھانا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا چاہئے۔ کھانے سے قبل بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا چاہئے۔ کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ دعائے ماثورہ بچوں کو یاد کرانا چاہئے۔ **الحمد للہ الذی اطعمنا و سقانا و جعلنا من المسلمین۔**

''ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور ہم کو مسلمان بنایا''۔

جب تک یہ دعا یاد نہ ہو تو بچوں کو ''اللہ تیرا شکر ہے'' کہنا چاہئے۔ گھر اور باہر بڑوں کو اور بزرگوں کو سلام کرنا چاہئے۔ بات ہمیشہ ادب اور سلیقہ سے کرنا چاہئے۔ گندی اور بے ہودہ بات کبھی زبان پر نہیں لانا چاہئے۔ بچوں کو جھوٹ بولنے اور غلط بیانی کرنے سے باز رکھنا چاہئے۔ صاف اور صحیح زبان بولنے کی عادت ڈالنا چاہئے۔ اگر کوئی غلط لفظ زبان پر آجائے اگر کوئی غلط جملہ بولا جائے تو یوں ہی نہیں چھوڑنا چاہئے بلکہ اسی وقت اس کی اصلاح کرنا چاہئے۔ مہذب اور شائستہ زبان بولنے پر ہمت افزائی کرنا چاہیے۔

واضح رہے کہ بچے احکام کی مصلحتیں نہیں سمجھتے۔ ان کو حکمتیں نہیں سمجھانا چاہئے ان کو حکم دینا چاہئے۔ کرو نہ کرو کس انداز میں بات کرنا چاہئے۔ کسی کام کو ان پر نہیں چھوڑنا چاہئے کہ وہ خود ہی سمجھ کر کر لیں گے۔ ابھی ان کے اندر قوت فیصلہ پیدا نہیں ہوئی ہے۔ آپ فیصلہ کر کے حکم دیں۔

ایک اہم بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ ایک شخص حکم دے اور دوسرا فوراً اسی وقت منع کر دے، اس کی تردید کر دے اس سے بچے کے اعتماد کو زک پہنچی۔ اس کا اعتماد مجروح ہوا۔ یہ اچھا نہیں ہوا بچپن میں ہی بچے کے اندر اخلاقی حسن پیدا کرنا چاہئے جب بچہ جھوٹ بولے تو ضرور تنبیہ کرنا چاہئے اور ہر موقع پر جب وہ سچ بولے اس کو شاباش کہنا چاہئے۔ حق بات کہنے پر خوشی کا اظہار کرنا

چاہئے اور ناحق بات کہنے پر ناراضگی کا اظہار کرنا چاہئے۔ تب ان کے اندر سچ اور جھوٹ، حق اور ناحق کی تمیز پروان چڑھے گی۔ بچوں کو گندے بچوں کی صحبت سے بچانا چاہئے۔ بچوں میں شرم و حیا کے تصورات ابھارنے چاہئے۔ دوسروں کے لئے ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے۔ دوسروں کا کام کرنے کی بھی ہمت افزائی کرنی چاہئے۔

بالواسطہ طریقہ سے بھی تربیت ہوتی ہے بچے بچے قصے اور کہانیاں بڑے شوق سے سنتے ہیں۔ گھر میں موجود بوڑھیاں اور بہنیں عام طور پر کہانیاں سناتی ہیں۔ یہ کہانیاں بامعنی، بااخلاق اور اصلاحی ہونا چاہئیں۔ خوفناک اور حیرتناک کہانیاں نہیں ہونا چاہئے۔ اگلے زمانے کی بوڑھیاں اس طرح کہانیاں سناتی تھیں۔

ایک تھا بادشاہ ہمارا تمہارا بادشاہ اللہ ہے وہ جنگل میں جارہا تھا۔ اس نے ایک ہرن کا بچہ پکڑ لیا۔ ماں محبت کی ماری پیچھے پیچھے آرہی تھی جب بادشاہ نے دیکھا کہ ہرنی آرہی ہے تو اس کو بڑا احساس ہوا اور اس نے وہ بچہ رہا کردیا۔

اس کہانی میں سب سے پہلے تو حاکمیت کا اسلامی تصور بچوں کے ذہن میں بٹھایا۔ پھر ماں کی مامتا ظاہر کی ہے اور در پردہ شکار کی بھی مذمت کی ہے۔ اس قسم کی نصیحت آمیز کہانیاں بچوں کو سنانا چاہئے اس سے جھنجھلانا نہیں چاہئے۔ یہ بھی ایک تعلیم کا انداز ہے۔

بچوں میں اگر باہم لڑائی ہو تو ہمیشہ حق بات کہنا چاہئے اور حق کے مطابق فیصلہ کرنا چاہئے۔ البتہ پھر کوشش کرنا چاہئے کہ دونوں میں صلح صفائی کرادی جائے۔

بیمار ہونا بچہ کے لیے عجیب و غریب تجربہ ہوتا ہے اس سے وہ بہت زیادہ پریشان ہوتا ہے۔ بیماری کے واضح اثرات جسم پر اور ذہن پر پڑتے ہیں۔ ذہنی اثرات کے ازالہ کے لئے تو دوا دارو ہے اور جسمانی اثرات کے ازالہ کے اسلام نے عیادت اور بیمار پرسی کا طریقہ رائج کیا ہے۔ مزاج پرسی سے مریض کو ذہنی اعتبار سے حوصلہ ملتا ہے۔ ہمت افزائی ہوتی ہے چھوٹے بچے کے یہاں معاملہ بالکل دوسرا ہوتا ہے وہ چاہتا ہے ماں باپ اس کے ساتھ رہیں۔ اس کو سینے سے چمٹائیں۔ اس لئے ایک نہ ایک فرد کو مریض بچے کے ساتھ رہنا چاہئے۔ شفایاب ہوجانے کے بعد بھی بچہ کی بھی خواہش رہتی ہے کہ ماں بچے کے ساتھ ہی رہے اور ساری توجہ مجھ پر ہی مرکوز رہے۔ اس ذہنی کیفیت سے بچہ کو بتدریج باہر نکالنا چاہئے۔

بچے جب بڑے ہوجائیں تو ان کو اپنے کام خود کرنے کی عادت ڈالنا چاہئے۔ کھانا کھانے، جوتے پہننا، کپڑے بدلنا وغیرہ جو والدین اپنے بچوں کے کام خود ہی انجام دیتے ہیں ان کے بچے کاہل اور ناکارہ بن جاتے ہیں۔ بچوں کا زیادہ لاڈ پیار بچوں کو بگاڑ دیتا ہے۔ کام کرنے سے بچوں کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ کام بچوں کی دلچسپی ہے اور مشغولیت ہے یہ بچوں کے لئے ضروری ہے۔

کھیلنا، شور کرنا، ہنگامہ کرنا بچے کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ اس کا بہر حال ان کو موقع ملنا چاہئے۔ والدین کو اور بڑوں کو بچوں کی حرکتوں پر خواہ مخواہ نہیں بھڑکنا چاہئے بلکہ یہ بات بھی والدین کی ذمہ داری میں داخل ہے کہ وہ بچوں کو کھیل کے موقع فراہم کریں۔ بلاسوچے سمجھے بچوں کو نہ مارنا چاہئے۔ البتہ یہ بات صحیح ہے کہ بچوں کے جا بے جا ہر قسم کے مطالبات منظور نہیں کرنا چاہئے تاکہ ان پر یہ بات ظاہر ہوجائے کہ دنیا میں ہر شخص کی ہر بات پوری نہیں ہوتی ہے۔

اولاد کے درمیان معاملہ کرنے میں والدین کو ہرگز کوئی تفریق روا نہیں رکھنا چاہئے۔ عموماً ایک رونے والا اور ضدی بچہ فائدہ رہتا ہے اور خاموش بچہ بہت سی رعایت سے محروم رہ جاتا ہے۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے بچوں کے درمیان عدل و انصاف کریں اور اگر کسی بچے

کی ضد پوری کرنا ضروری ہے تو دوسرے بچے کو اعتماد میں لے کر اس کو اپنے بھائی کے لئے ایثار اور قربانی پر آمادہ کرنا چاہئے۔ اس کے بعد بھائی کے شے بھی اس ضدی کو دینا چاہئے۔ بغیر اعتماد میں لئے ہوئے خود ہی اس کے ہاتھ سے چھین کر دوسرے کے ہاتھ میں دے دینا صحیح نہیں ہے اس طرح دوسرے کا حق مارا گیا اور اس کا ذہن مجروح ہوا۔

واضح رہے کہ بچوں کے ذہن میں والدین کی شخصیت ایک مثالی انسان کا نمونہ ہوتی ہے۔ وہ کردار، گفتار، رفتار میں اپنے والدین یا گھر کے بزرگوں کی نقل اتارتے ہیں گھر میں اگر بڑے بھائی بہن ہوتے ہیں تو ان کی نقل اتارتے ہیں انؐ کے طور طریقے اختیار کرتے ہیں اس نقطۂ نظر سے والدین پر بزرگوں پر اور بڑے بھائی بہنوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے چھوٹوں کے سامنے بہترین نمونہ اور بہترین طرز عمل پیش کریں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ والدین اور بڑے بھائی بہن خود اپنی اصلاح کریں۔ ان کو یہ احساس ہونا چاہئے کہ میری غلط حرکت یا غلط عادت متعدی ہوتی ہے۔ چھوٹے بچے تک اب اگر ان کو ان عادات سے محفوظ رکھنا ہے تو بڑوں کو وہ عادات ترک کرنا چاہئے۔

والدین کو ہمیشہ اپنی بلند تر حیثیت کا شعور ہونا چاہئے اور وہ اس سطح سے بچوں سے برتاؤ کریں۔ ان کو جھوٹ نہیں بولنا چاہئے مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہئے اور یہ انتہائی گھناؤنی حرکت ہے کہ باہر کسی نے دستک دی اور بچے سے کہلوادیا کہ کہہ دو وہ گھر میں نہیں ہیں۔ ایسا موقع بچہ کے لئے سخت ذہنی پریشانی اور انتشار کا ہوتا ہے اور پھر یہیں سے منافقت اور درندگی سیکھتا ہے۔

چھوٹے بچوں کی تعلیم میں والدین کے ساتھ استاد اور مدرسہ بھی شریک ہوجاتے ہیں۔ بچہ کی تعلیم کا مرحلہ آغاز اچھا خاصہ دشوار ہوتا ہے استاد اور والدین کے باہمی تعاون سے یہ مرحلہ آسان ہوسکتا ہے۔ ماں کا فرض ہے کہ وہ بچہ کو مدرسہ جانے لگے۔ تیار کرکے حتی الامکان اس میں ناغہ نہ ہونے دے۔ چھوٹے موٹے عذرات کو نظر انداز کردے تاکہ بچہ پابندی سے مدرسہ جانے لگے۔ بچوں کو عادت ڈالنا چاہئے کہ وہ گھر آکر اپنا سبق سنائیں۔ والدہ دلچسپی کے ساتھ ان کا سبق سنے۔ چھوٹے بچوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ باآواز بلند اپنا سبق دہرائیں تاکہ ان کا تلفظ درست ہو اور الفاظ زبان پر رواں ہوجائیں۔

بچوں کو پڑھنے اور لکھنے کی سہولتیں میسری ہونا چاہئے۔ بچوں کا ذہن تیزی سے ترقی کرتا ہے اس لئے وہ ہر قسم کے سوالات کرتے ہیں۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ ٹھنڈے مزاج سے بچوں کے سوالات کے جوابات دیں اور ان کو سمجھائیں نہ غصہ ہوں نہ جھنجھلائیں اور نہ جھڑکیں۔ جب والدین متحمل اور بردبار نہ ہوں وہ بچوں کی اچھے طریقے سے تربیت نہیں کرسکتے۔ والدہ کو خاص طور پر بچے کے اندر ذہنی کیفیت سمجھنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

☆☆☆

علاقہ کوکن کا آفتاب ولایت

ولی کامل قطب دوراں

حضور سیدنا

حضوری شاہ رحمۃ اللہ علیہ

کی سیرت پاک پر ایک بصیرت افروز مضمون اگلے شمارے میں شائع ہوگا۔

"ادارہ رہبر نور کی انوکھی کاوشوں کا اہم حصہ"۔

درودوسلام

حیات النبی ﷺ کی روشنی میں

ازقلم: مفتی ابوالحماد محمد اسرافیل حیدری

محبت زندگی کی صفت لازمہ ہے۔ محبت سب کو ہوتی ہے۔ عاشق کو معشوق سے، محب کو محب سے، مجنوں کو لیلیٰ سے، فرہاد کو شریں سے، چکور کو چاند سے، بلبل کو گل سے، پروانوں کو شمع سے اور بھونرے کو پھولوں سے۔ محبت کا راج ہر جگہ قائم ہے۔ محبت کی حکمرانی سب پر ہے۔ محبت ہی سے زندگی میں سرور دلوں میں خوشی اور جانوں میں شادمانی کی رو دوڑتی ہے۔ جس طرح بغیر ہوا، پانی اور حرارت وبرودت کے جان باقی نہیں رہتی اسی طرح اللہ اور رسول کی محبت کے بغیر ایمان باقی نہیں رہتا۔ ایمان کی جلا اور بقاء اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے ہے۔ یہی محبت تو دلیل ایمان ہے اور یہی ایمان جنت کی دلیل ہے۔ وہ دیکھئے محبوب پروردگار رحمت کردگار آفتاب کرم مصطفیٰ جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیا ارشاد فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتدخلون الجنة حتی تومنوا۔ ولاتومنوا حتی تحابوا ولادلکم علی شئی اذافعلتموہ تحاببتم افشو السلام۔

(رواہ مسلم، مشکوۃ المصابیح۔ باب السلام۔ صفحہ ۳۹۷)

ترجمہ: ''جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک مومن نہ ہوجاؤ اور مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو اور سنو! تمہاری رہنمائی ایسی چیز پر نہ کردوں کہ جب تم وہ کرنے لگو تو آپس میں محبت بھی کرنے لگو گے۔ خوب خوب سلام کیا کرو۔ آپس میں محبت بڑھ جائے گی۔''

جب ایمان والے ایک دوسرے کو سلام کرنے لگیں تو آپس میں محبت قائم ہونے لگے۔ پھر اگر جان ایمان مصطفیٰ جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ہمہ دم صلوٰۃ وسلام پیش کیا جائے توان سے محبت میں کتنا اضافہ ہوجائے گا۔ انہیں کی محبت تو حاصل عمل حاصل بندگی اور اصل ایمان ہے بلکہ جان ایمان ہے۔ ایک مومن بارگاہ رسالت میں جب اپنے سلام کا نذرانہ پیش کرتا ہے تو کیا آس باندھتا ہے؟ کیسی امید لگاتا ہے؟ آخر کیا سوچ کر صلوٰۃ وسلام کا تحفہ پیش کرتا ہے؟ یہی تو سوچ قائم کرتا ہے کہ میرے درودوسلام کو مصطفیٰ جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور ہمارے درودوسلام کے تحفوں کا صلہ ہمیں عطا کریں گے۔ ہمارے سلاموں کا جواب در دولت سے ہمیں مرحمت کیا جائے گا اور اس طرح اپنا مقدر سنوار لیں گے۔ ان کی پہچان، ان کا قرب حاصل ہوگا۔

جمعہ کے دن کثرت سے درودوسلام پڑھنے کا حکم

اس امت پر ہمارے نبی کتنے مہربان ہیں۔ ساری امت کو درودوسلام پیش کرنے کے لیے ابھار رہے ہیں، خود حکم دے

رہے ہیں کہ جمعہ کے دن کثرت سے مجھ پر درود وسلام پیش کیا کرو۔ یہ رائیگاں و بے کار نہیں جاتا ہے بلکہ تمہارا درود میری بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

اکثروعلی من الصلوۃ فی کل یوم جمعۃ۔

ترجمہ: "ہر جمعہ کے روز کثرت کے ساتھ مجھ پر درود پڑھو"۔

فان صلوٰۃ امتی تعرض علی فی کل یوم جمعۃ فمن کان اکثرھم صلوٰۃ کان اقربھم منزلۃ

(شفاء السقام: ۱۳۶)

ترجمہ: "بیشک میری امت کا درود مجھ پر ہر جمعہ کے دن پیش کیا جاتا ہے پس جس نے مجھ پر کثرت سے درود بھیجا وہ مرتبہ و مقام کے اعتبار سے سب سے زیادہ قریب ہوگا"

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

اکثروا من السلام علی نبیکم کل جمعۃ فانہ یوتی بہ منکم فی کل جمعۃ (الشفاء: ۴۵۳)

ترجمہ: "اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جمعہ کے دن سلام کی کثرت کرو۔ بیشک ہر جمعہ کے دن تمہارا سلام بارگاہ اقدس میں پیش کیا جاتا ہے۔"

بارگاہ نبوت میں درود وسلام پیش کرنے والا اپنے محبوب کو زندہ بھی سمجھ رہا ہے اور حیات بخش بھی جان رہا ہے اور صلوٰۃ وسلام کے جواب پانے کا متمنی بھی ہے وہ یہ عقیدہ باندھے ہے کہ

ذرا جو تڑپا ہے دل ہمارا
نبی کو اس کی خبر ہوئی ہے

خود آقا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

مامن مسلم یسلم علی فی شرق ولا فی غرب الا وانا وملائکۃ ربی نرد علیہ السلام۔

(جلاء الافہام: ۱۹۔ القول البدیع ۱۵۶)

ترجمہ: "مشرق ومغرب میں جو مسلمان بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے میں اور میرے رب کے فرشتے اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں"۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا:

مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام۔

(مشکوٰۃ ص ۲۱۶ / سنن ابی داؤد۔ صفحہ ۲۸۶)

ترجمہ: "جب بھی کوئی مجھ پر درود وسلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔"

علامہ تقی الدین سبکی ان روایات کے بارے میں فرماتے ہیں:

قدتضمنت الاحادیث المتقدمۃ ان روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترد علی وانہ یسمع ویرد السلام۔

(شفاء السقام۔ صفحہ ۱۳۳)

ترجمہ: "احادیث مذکورہ اس بات کی متضمن ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک آپ پر لوٹا دی گئی ہے اور بیشک آپ سلام کو سنتے ہیں اور اس کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔"

ردّ روح کا مطلب

چونکہ وصال کے بعد حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت مشاہدۂ حق اور عجائب ملکوت میں مستغرق رہتے ہیں جیسے نزول وحی کے وقت آپ پر کیفیت طاری رہتی تھی۔ استغراق کی اس کیفیت میں امتی کے سلام کا جواب دینے کے لئے ادھر متوجہ ہوتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں اس دوران جو افاقہ ہوتا ہے اس کو ردّ روح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ایک علمی نکتہ

مذکورہ حدیث میں وما من احد کے الفاظ ہیں جن میں

ماموم کے لئے ہے جو تمام مخلوق جن، انسان، ملائکہ سب کو شامل ہے۔ نظام کائنات میں کہیں دن ہے تو کہیں رات اور اس طرح نمازوں کے اوقات بھی ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ پس جس طرح وقت کا نظام تسلسل کے ساتھ چل رہا ہے اسی طرح ہر وقت سلام کے پڑھے جانے اور آپ کی بارگاہ میں پیش کئے جانے کا سلسلہ بھی بغیر انقطاع کے قائم ہے۔ کائنات میں کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام نہ پڑھا جاتا ہو اس لئے کسی وقت بھی روح اقدس کا جسم اطہر سے الگ ہونا ثابت نہیں ہو پاتا۔ ایک مطلب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سلام بھیجنے والوں کو سلام کا جواب دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرما دیتا ہے۔ اب آپ کی مرضی ہے آپ جس کے سلام کا جواب دینا چاہیں عنایت فرمائیں، گنہگار، بدکار، عصیاں شعار کوئی ہو جب آپ کو سلام کرے آپ کی فطری رحمۃ للعالمینی عود کر آتی ہے اور آپ بنفس نفیس اس سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

کچھ لوگ سلام کا جواب سنتے ہیں

چنانچہ ابراہیم بن شیبانی کہتے ہیں:

حججت فجئت المدینة فتقدمت الی القبر الشریف فسلمت علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فسمعته من داخل الحجرة یقول وعلیک السلام۔

ترجمہ: "میں حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور میں نے قبر شریف کے پاس جا کر سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ شریف کے اندر وعلیک السلام کی آواز سنی۔"

حضرت سلام بن سلیم کہتے ہیں:

رایت النبی صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم فی النوم قلت یا رسول اللّٰہ ھولاء الذین یاتونک یسلمون علیک اتفقه سلامهم قال نعم وارد علیهم۔

(القول البدیع: ۱۶۰)

ترجمہ: "میں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ یہ جو لوگ حاضر ہو کر سلام کرتے ہیں کیا آپ اس کو سمجھتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں، سمجھتا ہوں اور ان کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔"

التحیات میں سلام حیات النبی کی دلیل ہے

حضرت ابومعمر فرماتے ہیں:

علمنی ابن مسعود التشهد وقال علمنیه رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کما کان یعلمنا السورة من القرآن التحیات للّٰہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایها النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاته۔

(جلاء الافہام لابن قیم)

ترجمہ: "مجھے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تشہد سکھایا۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد ایسے سکھایا جیسے کہ آپ ہمیں قرآن کی سورت سکھاتے تھے اور وہ تشہد یہ ہے۔ التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیکم ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

مذکورہ حدیث میں جس تشہد کے پڑھنے کی تعلیم فرمائی گئی ہے اس میں السلام علیک ایہا النبی کے الفاظ ہیں اور اس میں صیغہ خطاب ہے ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری دور رسالت سے لے کر قیامت تک یہی تشہد صیغۂ خطاب سے پڑھا جانا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی دلیل ہے۔ جیسا کہ خود علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

ھذا الخطاب والنداء لموجود یسمع۔

(رسالۃ الروح: الابن القیم)

ترجمہ: "یہ خطاب اور ندا ایسے موجود کیلئے درست ہے جو کہ

سنتا ہو۔"

یہ تمام امور حیات کا تقاضا کرتے ہیں اس لئے امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

ويويد سماع النبي سلامه من يسلمه عليه من قريب وبعيد مشروعية السلام عليه في التشهد في الصلوة بصيغة الخطاب اذ يقول المصلي السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته فلو لم يكن حيا يسمع جميع المصلين اينما كانوا باسماع الله له ذالک لما كان لهذا الخطاب معنى بل كان صدوره من المصلين اشبه بكلام المجانين منه بكلام العقلاء فانک اذا سمعت متكلما يخاطب انسانا ميتا من صوره كثيرة او حيا ولكنه في بلاد بعيدة تظن ان ذالک المتكلم قد اختلط عقله فاذن لم تشرع لنا مخاطبة النبي صلى الله عليه وسلم في الصلوة بهذا الخطاب الا وهو يسمعها في حياته وبعد مماته صلى الله عليه وسلم حتى ان بعض الاولياء سمعوا على سبيل الكرامة رده السلام عليهم عند قولهم السلام عليكم ايها النبي ورحمة الله وبركاته ولا استحالة في ذالک لان الذي اطلعه على الغيب واسمعه كلام من يخاطبه من بعيد وقريب وهو الله تعالىٰ ولا فرق عنده تعالىٰ بين ان يكون ذالک في حياته وبعد مماته صلى الله عليه وسلم فقد صح انه حي في قبره۔

(شواهد الحق ۲۲۷)

ترجمہ: "نماز کے دوران تشہد میں حضور صلی اللہ علیہ پر صیغۂ خطاب کے ساتھ سلام کا مشروع ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دور و نزدیک سے سلام پڑھنے والوں کے سلام کو سننے کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ نمازی کہتا ہے اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ پس اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح زندہ نہ ہوں کہ تمام نمازیوں کے سلام کو اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہ سن سکیں تو اس خطاب کا کیا معنیٰ؟ بلکہ نمازیوں سے سلام کا اس طرح صیغۂ خطاب کے ساتھ صادر ہونا عقلاء کے کلام کی نسبت بھانڈو کے کلام سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے کیونکہ جب تو کسی انسان کو دیکھتا ہے کہ وہ کسی مردہ یا زندہ کو پکار رہا ہے جبکہ مخاطب کہیں دور دراز رہتا ہے تو یہی گمان کرے گا کہ اس کی عقل ماری گئی ہے۔ پس ہمارے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں اس خطاب کے ساتھ مشروع نہیں کیا گیا مگر اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی ظاہری حیات اور اس کے بعد حیات برزخی میں سنتے ہوں۔ یہاں تک کہ بعض اولیاء نے بطور کرامت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے قول السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے جواب میں جواب دینا سنا اور یہ چیز محال نہیں ہے کیونکہ وہ ذات جس نے آپ کو غیب پر مطلع کیا اور ہر اس آدمی کے کلام کو سننے کی طاقت عطا فرمائی جو دور و نزدیک سے آپ سے مخاطب ہوتا ہے اور وہ اللہ پاک کی ذات ہے اور اللہ پاک کے نزدیک اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ یہ بات کلام وغیرہ کا سننا آپ کی ظاہری حیات میں ہو یا وصال کے بعد۔ تو بلا شبہ یہ بات درست ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ جاوید ہیں۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پکار کا جواب حضور دیں گے

چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو وہ بھی حضور کو پکاریں گے اور ہمارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ان کی پکار کا جواب دیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واٰلہ وسلم یقول والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ ابن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنہ۔

(الحاوی للفتاوی ۲:۱۴۸)

ترجمہ: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تم میں ضرور تشریف لائیں گے پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر یہ محمد کہیں تو میں ضرور جواب دوں گا۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم درود پڑھنے والوں کا نام خود لکھتے ہیں

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صلی علی فی یو م الجمعة ولیلة الجمعة قضی اللہ له مائة حاجة سبعین من حوائج الاخرة وثلاثین من حوائج الدنیا ثم یو کل اللہ بذالک ملکا یدخله فی قبری کما یدخل علیکم الهدایا یخبرنی بمن صلی علی باسمه ونسبه الیٰ عشیرته فاثبته عندی فی صحیفة بیضاء۔

(زرقانی علی المواهب ۵:۳۳۶، القول البدیع: ۱۵۶)

ترجمہ: "جو مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات درود پڑھتا ہے اللہ اس کی سو ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ ستر آخرت کی اور تیس اس دنیا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے جو کہ میری قبر میں درود اس طرح پیش کرتا ہے جس طرح ہدیے اور تحفے پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ مجھے اس آدمی کے نام اور نسب کی اس کے خاندان سمیت خبر دیتا ہے۔ بس میں اس کو اپنے پاس سفید صحیفے میں لکھ لیتا ہوں۔"

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ان الملئکة سیاحین فی الارض یبلغون عن امتی السلام۔

(مشکوۃ شریف صفحہ ۸۶)

ترجمہ: "اللہ جل شانہ کے بہت سے فرشتے ہیں جو روئے زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے ان کا سلام مجھ پر پہنچاتے ہیں۔"

حضور کی بارگاہ میں درود بھیجا جاتا ہے

ایک مقام پر مزید حکم رسالت اس طرح ہے:

صلوا علی وسلموا حیث ما کنتم فیبلغنی سلامکم وصلوتکم۔ (الخصائص الکبری ۲:۲۸۰)

ترجمہ: "تم جہاں کہیں سے مجھ پر درود وسلام پڑھو تمہارا وہ درود وسلام مجھے پہنچ جائے گا۔"

ابن قیم نے جلاء الافہام میں یہ روایت نقل کی ہے:

صلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیثما کنتم۔

(جلاء الافہام: ۶۵)

ترجمہ: "تم مجھ پر درود پڑھو بے شک تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

سمعت رسول اللہ یقول لاتجعلوا ابیوتکم قبورا ولا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث ما کنتم۔ (مشکوۃ المصابیح: ۸۶)

ترجمہ: "میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔ مجھ پر درود پڑھو بے شک تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ۔

(مشکوۃ ۸۷)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچادیا جاتا ہے۔''

انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اور ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید اعلمتہ

(القول البدیع: ۱۵۴)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کے نزدیک مجھ پر درود پڑھے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھے اس کو میں جانتا ہوں۔''

فرشتے درود پہنچانے کیلئے مقرر ہیں

الجواہر المنظم کی روایت میں ہے:

مامن عبد نسلم علی عند قبری الا وکل اللہ بہا ملکا یبلغنی۔ (الجواہر المنظم: ۲۶)

ترجمہ: ''جب بھی کوئی آدمی میری قبر کے نزدیک مجھ پر سلام پڑھے گا تو اللہ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کرے گا جو مجھ پر درود کو پہنچاتا رہے گا۔''

علامہ ابن قیم جلاء الافہام میں ایک روایت نقل کرتے ہیں:

ان ملکا موکلا یوم الجمعۃ من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان فلانا من امتک یصلی علیک۔

(جلاء الافہام ۶۴)

ترجمہ: ''ایک فرشتہ جمعہ کے دن مقرر ہوتا ہے جو کوئی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتا ہے وہ فرشتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو درود پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کی امت سے فلاں آدمی نے آپ پر درود بھیجا ہے۔''

فرشتوں کے درود پہنچانے کی حکمت

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ پاک کی طرف سے یہ قوت سماعت اور حیات مخصوص عطا ہوئی ہے کہ آپ جس کا درود چاہیں خود بنفس نفیس سماعت فرمائیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کی بارگاہ اقدس میں تحفوں کی صورت میں درود وسلام پیش کیا جاتا ہے۔ مخصوص فرشتوں کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں اس طرح درود شریف اور سلام پیش کرنے سے نہ آپ کے علم کی وسعت کی نفی ہوتی ہے اور نہ ہی آپ کی قوت سماعت کی۔ اسی طرح جیسے اللہ پاک کی بارگاہ میں فرشتے انسانوں کے اعمال پیش کرتے ہیں حالانکہ اللہ پاک کو ان اعمال کا علم پہلے سے ہی ہے۔ فقط کسی چیز کے پیش کرنے سے علم کی نفی کا معنی لینا درست نہیں ہے بلکہ درود وسلام بارگاہ اقدس میں پہنچانے کی صورت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جہات کا ثبوت ہوتا ہے کیونکہ درود وسلام پہنچانے کی صورت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں فرشتوں کا ان کو پیش کرنا اور یہ عرض کرنا کہ فلاں ابن فلاں نے یہ درود وسلام آپ پر پڑھا ہے اور آپکا درود وسلام سننا اور اس درود وسلام کا جواب عنایت فرمانا یہ سارے امور حضور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ پر دلالت کرتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درود وسلام پیش کرنے والے فرشتوں کی قوت سماعت

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ عز وجل اعطی ملکا من الملنکۃ اسماع الخلائق فھو قائم علی قبری حتی تقوم الساعۃ فلیس احد من امتی یصلی علی صلوٰۃ الا قال یا احمد فلان ابن فلان باسمہ و اسم ابیہ صلی علیک بکذا و کذا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین: ۷۱۳)

ترجمہ: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کو پوری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرمارکھی ہے۔ پس وہ فرشتہ میری قبر پر کھڑا رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ پس میری امت میں سے جو آدمی مجھ پر درود پڑھے گا وہ فرشتہ مجھ سے کہے گا اے احمد فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے نے آپ پر ان ان الفاظ سے درود وسلام بھیجا ہے۔''

علامہ ابن قیم بھی ایک حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تبارک وتعالیٰ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق فھو قائم علی قبری اذا مت فلیس احد یصلی علیٰ صلوۃ الا قال یا محمد صلی علیک فلان ابن فلان۔ (جلاء الافھام: ۵۱)

ترجمہ: ''بیشک ایک فرشتے کو اللہ پاک نے پوری خلقت کی باتیں سننے کی طاقت عطا فرمارکھی ہے جب میں پردہ کر جاؤں گا وہ میری قبر کے پاس کھڑا رہے گا تو پھر جو کوئی بھی مجھ پر درود وسلام پڑھے گا وہ فرشتہ مجھ سے کہے گا اے محبوب خدا! فلاں ابن فلاں نے آپ پر درود وسلام پڑھا ہے۔''

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو اتنی قوت عطا کردی ہے کہ وہ پوری دنیا میں درود وسلام پڑھنے والوں کو پہچانتا ہے اوران کے ماں باپ کا نام بھی جانتا ہے اوران کی آوازیں بھی سنتا ہے۔ فرشتہ جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ ویلہ وسلم کی بارگاہ کا خادم اور غلام ہے اس کی اتنی طاقت اور سماعت ہے تو پھر آقائے دوجہاں آفتاب کرم پیارے مصطفی جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قوت سماعت اور وسعت علم کا کیا عالم ہوگا اور یہ قوت سماعت اور وسعت علم حیات النبی کے بغیر کیسے ممکن ہوگی؟

سلام کا بارگاہ نبوی میں پیش ہونا

حضرت امام بیہقی رضی اللہ عنہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ حضور آقا علیہ السلام کی خبر سچی ہے کہ

ان صلوٰتنا معروضۃ علیہ وان سلامنا یبلغہ وان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔

(الحادی للفتاوی ۲۶۸:۴)

ترجمہ: ''ہمارے درود حضور پر پیش کئے جاتے ہیں اور ہمارے سلام خود آپ کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں۔ اور بیشک اللہ پاک نے زمین پر انبیاء کے جسموں کا کھانا حرام قرار دیا ہے۔''

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے سلامنا یبلغہ کا معنی تو یہ ہے کہ سلام ان تک پہنچتا ہے۔ خود بخود سننے کا معنی کہاں سے پیدا ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سلامہ یبلغہ سے بھی اگر پیش کئے جانے کا معنی ہوتا تو اس کو الگ بیان کی ضرورت نہ تھی بلکہ ان صلوتنا وسلامنا معروضۃ ہی فرمایا جاتا۔ دونوں کو الگ الگ بیان کر کے دونوں میں تفریق کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا

معنی پیش ہونا ہے اور دوسرا ابلغہ کا فاعل سلام ہے اس لئے اگر یہاں یہ معنی ہو کہ سلام پہنچایا جاتا ہے سلام فاعل کے بجائے مفعول بن جائے گا اور جب سلام کوئی نہیں پہنچا تو ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سنتے ہیں۔

حضور خود درودوسلام کو سنتے ہیں

چنانچہ خود آقا علیہ السلام فرماتے ہیں:

اکثروالصلوة علی یوم الجمعة فانه یوم مشهود تشهد الملئکة لیس من عبد یصلی علی الابلغنی صوته حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعید وفاتی ان اللّٰہ عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔

(حجۃ اللہ علی العالمین: ۷۱۳، جلاء الافہام: ۶۳)

ترجمہ: ”جمعہ کے دن مجھ پر درود پڑھنے کی کثرت کرو۔ بیشک جمعہ کا دن یوم مشہود ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں ۔ جو آدمی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کے درود پڑھنے کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ دنیا کی کسی جگہ پڑھے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کے وصال فرمانے کے بعد بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں۔ میری وفات کے بعد بھی۔ بیشک اللہ پاک نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کا کھانا حرام کردیا ہے۔“

اس روایت میں بلغنی صوتہ کے الفاظ قابل ذکر ہیں کہ اس درود پڑھنے والے کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔ اس میں نہ دور ونزدیک کی قید ہے اور نہ کسی کا پہچاننا شرط ہے بلکہ خود بخود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سننا ثابت ہے۔ جو حیات النبی کے ساتھ ساتھ آپ کی کمال درجہ قوت سماعت کی کھلی دلیل ہے۔

اہل محبت کے سلام کو خود سنتا ہوں

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے درودوں کا کیا حال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا:

اسمع صلوۃ اھل محبتی و اعرفھم۔

(مرقات شرح مشکوۃ ملا علی قاری۔ دلائل الخیرات مطالع المسرات: ۸۱)

ترجمہ: ”میں محبت والوں کا درود خود سنتا ہوں اور انہیں پہچانتا بھی ہوں۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل محبت کا درود وسلام خود سنتے ہیں اور سلام پڑھنے والوں کو پہچانتے بھی ہیں۔ اگرچہ وہ دور کیوں نہ ہوں۔ یہ روایت بھی حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ سننا بغیر حیات کے ممکن نہیں۔

☆☆☆

تری رحمتیں ڈھونڈھتی ہیں بہانہ

(جناب نیاز احمد صاحب نیازؔ)

صبا ہو جو کوئے محمد میں جانا ۔۔۔ درودوں کی خدمت میں ڈالی لگانا
مکمل کیا ہے محمد نے اس کو ۔۔۔ جو آدم نے ڈالی تھی طرح فسانہ
مرے مبتلا دل نے میری زباں کو ۔۔۔ سکھایا ہے نعت نبی گنگنانا
نہ بدلیں گے احمد کے اقوال محکم ۔۔۔ ہزاروں دفعہ چاہے بدلے زمانہ
بجز زیرو امان شاہ دو عالم ۔۔۔ ہم ایسے بروں کا کہاں ہے ٹھکانا
ترے نام لیوا کو کیا خوف عصیاں ۔۔۔ تری رحمتیں ڈھونڈھتی ہیں بہانا
وہ اللہ سے پیار کی تیری باتیں ۔۔۔ وہ ہر لحظہ جبریل کا آنا جانا
بشر سیکھیں یثرب کے اس فاقہ کش سے ۔۔۔ حقیقت میں انسان کو انساں بنانا
اٹھایا ہے سر تو نے انسانیت کا ۔۔۔ نہ کیسے جھکے تیرے آگے زمانہ
جفا وستم کی فراوانیوں میں ۔۔۔ محمد سے سیکھے کوئی مسکرانا

نیازؔ اب یہی آرزو ہے کہ ہر دم
زباں پر ہو صَلِّ عَلٰی کا ترانہ

حضرت سید بدیع الدین قطب المدار کو "مدارالعالمین" کہنا کیسا ہے؟

کچھ سلگتے ہوئے سوال

مفتی غلام یحییٰ مصباحی قادری

ایڈیٹر رہبر نور حضرت علامہ سید مقتدا حسین جعفری صاحب قبلہ جن کی صحافت اور جدوجہد سے سہ ماہی رہبر نور سرزمین مکن پور شریف سے شائع ہو کر ملک کے اکثر حصوں میں برابر پہنچ رہا ہے یہ ذمہ داری پوری سنی دنیا کی ہے خصوصاً مداریہ حضرات کی ہے یہ رسالہ ہمیشہ جاری رہے آپ سبھی حضرات اخلاص کے ساتھ ساتھ دیں، خریدار بنیں۔ حضرت علامہ نے مذکورہ موضوع پر تحریر بھیجنے کیلئے حکم فرمایا ہے تو فی الحال جو دلائل اور ثبوت موجود ہیں ان کتب سیر اور کتب تصوف وطریقت کی روشنی میں اپنی تحریر حاضر خدمت کر رہا ہوں۔

تصوف کی مشہور ومتداول کتاب بحر المعانی جو ایک قابل استناد کتاب ہے جس کو بطریق سند حضرت شیخ عبدالرحمن چشتی نے اپنی کتاب مرآۃ الاسرار کے صفحہ ۹۱ پر ذکر کیا ہے۔ بحر المعانی سے اخذ کرتے ہوئے شیخ نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن مجھے تو بس اتنی ہی عبارت لینی ہے جس سے کسی ولی اللہ کو مدارالعالمین کہنا درست ہونا ثابت ہو جائے۔ صاحب بحر المعانی نے جو لکھا اس کی یہ عبارت حضرت شیخ نقل فرماتے ہیں کہ اے محبوب قطب عالم سارے جہاں میں اور سارے زمانے میں ایک ہوتا اور دنیا وآخرت یعنی عالم علوی اور سفلی کے تمام موجودات مخلوقات قطب عالم کے وجود سے قائم ہوتے ہیں بارہ اقطاب اور ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ قطب عالم کو فیض براہ راست حق تعالیٰ سے حاصل ہوتا قطب عالم کو قطب کبریٰ وقطب ارشاد قطب الاقطاب وقطب مدار بھی کہتے ہیں کیونکہ موجودات عالم سفلی وعلوی کا وجود ان کے وجود کی برکت سے ہوتا ہے اور اسی مفہوم کی ایک عبارت اور بھی آگے چل کر نقل فرماتے ہیں کہ قطب مدار عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک متصرف ہوتا ہے یعنی اس کا حکم چلتا ہے۔ حضرات قارئین رہبر نور آپ حضرات نے ثبوت ملاحظہ فرمالیا قطب المدار کا تصرف اور اختیار عالمین میں ہے تو پھر وہ کیسے مدارالعالمین کے لقب سے ملقب نہ ہوگا اس لئے حضرت سیدنا سید بدیع الدین کو مدار العالمین کہنا درست ہے اور مدارالعالمین آپ کو یاد کرنا آپ کا مقام ومنصب ہے اور آپ کا حق ہے۔ حضرت سید بدیع الدین رضی اللہ عنہ کو مدارالعالمین نہ سمجھنا نہ کہنا آپ کو آپ کے مقام ولایت سے گرانے اور گھٹانے کے مترادف ہے۔ ایسا ذہن وخیال رکھنے والا خاطی اور بارگاہ ولایت کا گستاخ ہے۔

حضرت سیدنا سید بدیع الدین رضی اللہ عنہ کو مدارالعالمین کہنے میں جو کچھ لوگوں کو الجھن ہوتی ہے تو آخر کس بات پر مدارالعالمین کی ترکیب نحوی مضاف ومضاف الیہ کی ہے لفظ مدار اسم ظرف الدور سے اس کا اشتقاق ہے معنی ہوگا جائے گردش یا زمانہ گردش اور عالمین عالم کا جمع صیغہ ہے معنی ہوگا بہت سے عالم۔ اب مدارالعالمین کا ترجمہ ہوگا بہت سے

عالم کا جائے گردش یا زمانہ گردش ۔اہل لغات نے مدار کا ترجمہ اسی لئے کیلی ومرکز بھی کیا ہے لیکن صوفیاء کرام نے مدار کا جو اصطلاح صوفیا میں معنی بتایا ہے وہ ہے ولایت کا مرکزی مقام یعنی ایسا ولی اللہ جو اولیاء کرام میں ایسا مرکزی مقام رکھتا جو ایک اصل اور بنیاد کیل کی حیثیت جانا جاتا ہو جس کے گرد زمانہ چکر لگائے اور اولیاء کرام کا جو مرکز فیض ہو اخص الخواص نے جب اس لفظ کا معنی مجازی مرادلینا شروع کردیا تو حقیقی معنی کے ربط کے ساتھ مجاز اً ولی اللہ کا خاص مقام ولایت تو اب مدارالعالمین کا ترجمہ ہوگا ولی العالمین پھر تو اس معنی میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے نہ ہی اب ذہنی تبادکسی غیرولی کی طرف ہوگا۔اس لئے اللہ کا ولی متصرف فی العالمین ہوتا ہے جو مدار ہے وہ مرکز فیضیان الہی ہے اور یہ تسلیم کرنا عین اسلام وسنت کے مطابق عقیدہ اہل سنت میں شامل ہے یہ ہر سنی کا عقیدہ ہے کہ تمام اولیاء اللہ کی بارگاہ کے فیضان جاری ہے فیضان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سرچشمہ ہیں اور مناجات باری تعالیٰ کے ذرائع اور عطاؤں کو حاصل کرنے کا ذرائع ہیں۔

ہمارے اسلاف بزرگوں نے جو تمام سلاسل طریقت کے بزرگ میں قادری چشتی نقشبندی وغیرہ ان کی کچھ اہم تفصیلات وتالیفات سے مدارالعالمین کہنے پر کتب کے حوالوں سے اصل عبارت صفحات کے حوالوں کے ساتھ پیش کردوں تاکہ اپنی بات اورزیادہ پایہ ثبوت کو پہنچ جائے۔ اوراہل تشکیک کے ذہنوں کا پردہ کھل جائے اورانہیں یہ بھی سمجھ حاصل ہوجائے کہ ہم بلاثبوت وسند کے کبھی کوئی بات نہیں کرتے ہیں۔میں سب سے پہلے ثبوت میں اس شخصیت کی تحریر کیوں نہ پیش کردوں جن کی شخصیت مخالف بھی تسلیم کرچکا ہے جوایسے دور کے تمام اہل سنت کے مقتدا تھے جن کی دست بوسی قدم بوسی مرکز بریلی سے لیکر تمام درسگاہوں کے شیخ الحدیث کرتے تھے وہ ہیں سنی جمعیۃ العلماء آل انڈیا بمبئی کے صدر حضرت سید العلماء سید شاہ آل مصطفی مارہروی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اپنے مکتوب کے صفحہ ۵ پر تحریر فرمایا ہے کہ سیدنا آل احمد اچھے میاں قدس سرہ العزیز نے اپنے عہد مبارک میں سرکار مدارالعالمین کے نام نامی سے میلہ قائم فرمایا جو ۹ رجمادی الاولی کو برابر ہوتا ہے۔

حضرات قارئین رسالہ رہبر نوراس ثبوت کے بعد بھی کسی اور ثبوت کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے جب حضور سید العلماء مارہروی حضرت سید بدیع الدین رضی اللہ عنہ کو مدارالعالمین تحریر فرمارہے ہیں میں جانتا ہوں اس گروہ کا راہ فرار کدھر کدھر ہوسکتا ہے مگر یہاں سے کسی کو راہ فرار نہ مل سکے گا۔تسلیم کرنا پڑے گا۔عقیدہ اہل سنت میں کسی ولی امۃ کو مدارالعالمین کہنا درست اور جائز ہے اس سے مراد حضرت سیدنا بدیع الدین رضی اللہ عنہ کو مدارالعالمین کہنا درست ہے۔

ایک کتاب اور بھی اس سند میں پیش کرنا چاہتا ہوں کتاب کا نام مسالک السالکین حضرت مرزا عبدالستار بیگ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے صفحہ ۳۷۸ پر حضرت مجدد الف ثانی شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو غوث العالمین اور قطب العالمین تحریر فرمایا ہے۔پتہ چلا اس طرح کے القاب حضرات صوفیاء کرام اور بزرگان دین کی کتابوں میں بکثرت ملتے ہیں تو اگر غوث العالمین قطب العالمین لکھنا درست ہے تو حضرت سیدنا سید بدیع الدین رضی اللہ عنہ کو مدارالعالمین لکھنے میں کون سی شرعی قباحت لازم آتی ہے مجھے ان علماء کے علم وشعور پر افسوس ہوتا ہے جو مدارالعالمین کہنے پر بڑے پریشان ہوجاتے ہیں آخر وہ وہاں کیوں پریشان نظر نہ آئے جہاں کہیں کسی ولی اللہ کو لکھنے والوں نے رحمۃ للعالمین لکھا ہے کیا ولی کو رحمۃ للعالمین لکھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ٹھہرانا نہیں ہوا بولئے حضرت زبان بند کیوں ہوگئی۔

ثبوت میں پیش کردوں کس ولی اللہ کو کس نے نبی کے برابر رحمۃ للعالمین لکھا ہے تو تاخیر کیا دیکھئے کتاب کا نام حیات غوث الوریٰ میں صفحہ ۹۶ پر حضرت سید نصیر الدین ہاشمی قادری برکاتی تحریر فرماتے ہیں:

''دستگیر بیکساں و چارہ بے چارگاں شیخ عبدالقادر آن رحمۃ للعالمین بیکسوں کے دستگیر اور بیچاروں کے چارہ گر شیخ عبدالقادر جیلانی جو رحمۃ للعالمین ہیں۔ یہ والی کتاب حیات غوث الوریٰ محلہ سوداگران بریلی سے شائع ہوئی ہے کتب خانوں میں موجود ملے گی۔ مولوی تو خاموش ہونے کے لئے پیدا نہیں ہوا اسے کچھ نہ کچھ بولنا ہی چاہئے اسے خود پڑھ کر سمجھ کر بولنا آتا ہی کب ہے آبا جی جو کہہ گئے وہی کہتے رہنا ہے۔

کتاب مردان خدا کے صفحہ ۴۱۸-۴۱۷ پر حضرت الشیخ مولانا ضیاء علی اشرفی چشتی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا سید بدیع الدین نام تھا اور ابوتراب کنیت قطب المدار کا بلند و بالا مقام باری تعالیٰ نے ودیعت فرمایا تھا مدار العالمین کا خطاب بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ سے عطا ہوا تھا۔

اولیاء متقدمین و متاخرین کی زیادہ تر کتابوں میں حضرت سید بدیع الدین کو مدار العالمین کے خطاب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جہاں بھی آپ کی زندگی اور کرامات خدمات بیان کیا گیا وہیں وہیں آپ کو مدار العالمین کہہ کر تذکرہ کیا گیا ہے۔ آپ کی ذات کے ساتھ مدار العالمین کا استعمال لازم و ملزوم کی طرح ذکر کیا گیا ہے۔ اور ایسا بلا وجہ نہیں ہے بلکہ آپ کا مقام مداریت ہی العالمین کو مستلزم یعنی جس سورج کو روشنی مستلزم ہے اسی طرح مدار جو ولایت کا افضل ترین مقام ہے وہ اس شان کے ولی کے لئے عالمین میں مدار ہوتا ہے۔ وہ نائب رحمۃ للعالمین ہونے کے طفیل مدار العالمین ہوتا ہے۔ ہمارے آقا تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں اور حضرت سیدنا سید بدیع الدین مدار العالمین میں مصروفیت زیادہ ہے اس لئے قلم یہیں روک رہا ہوں۔

حضور مدار العالمین رضی اللہ عنہ کے

605ویں عرس مقدس

کی ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں

SHABBO
READYMADE CENTER
IMAM BARA ROAD
KEMRI RAMPUR
ZAHEER MASHRABI
MADARI

सैय्यद बदीउद्दीन कुत्बुल मदार
के 605 वें उर्स पाक
की हम मुबारकबाद पेश
करते हैं।

क़ासिम बुक डिपो
इमामबाड़ा रोड-केमरी
रामपुर
जलालउद्दीन मदारी

امیر المؤمنین خلیفۂ دوم

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جن کے عدل وانصاف کو آج بھی دنیا سلام کرتی ہے

امیر المؤمنین سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عمرؓ تھا۔ حضرتؓ خاندان قریش کے ممتاز رکن تھے۔ آٹھویں پشت میں حضرتؓ کا سلسلہ نسب حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی سے چالیس سال قبل پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے نہایت ذہین اور تیز طبع واقع ہوئے تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر گیارہ سال کی ہوئی تو حضرت رضی اللہ عنہ کے والد ماجد نے اونٹ چرانے کی خدمت حضرت رضی اللہ عنہ کے سپرد کی جو اس دور کے شرفا کا معمول تھا۔

حضرت رضی اللہ عنہ جب سن بلوغ کو پہنچے تو سپہ گری، پہلوانی اور دیگر مروجہ مشاغل میں مشغول ہو گئے جو عربوں کے لیے مایہ ناز تھے۔ فن سپہ گری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ یکتائے روزگار تھے، پہلوانی اور کشتی میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ یہاں تک کہ عکاظ کے دنگل میں معرکہ کی کشتیاں لڑتے تھے۔

شہسواری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی مثال آپ تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ گھوڑے پر اچھل کر سوار ہوتے تھے۔ اور اس طرح جم کر بیٹھتے تھے کہ لوگ حیرت زدہ نظروں سے دیکھتے رہ جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قوت تقریر بے نظیر تھی۔ انداز بیان دلکش و دلآویز تھا، اسی کمال فن کی وجہ سے قریش نے ان کو سفارت کا منصب دیا تھا۔ اسی زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھنا لکھنا بھی سیکھ لیا تھا۔ ان فنون سے فارغ ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجارت کی طرف توجہ کی، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے ترقی کا باعث ہوئی، بلند حوصلگی اور زود معاملہ فہمی کے اوصاف حمیدہ حضرت میں تجارت کی وجہ سے پیدا ہوئے۔

قبولِ اسلام

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ستائیسویں سال میں تھے کہ عرب میں آفتاب رسالت طلوع ہوا، اور اسلام کی آواز ان کے گھرانے میں پہنچ چکی تھی۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر چکے تھے۔ جن کی بیوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی مسلمان ہو گئی تھیں۔ اور ان کے قریب ایک رشتہ دار حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس نعمت سے ابھی تک محروم تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روزانہ یہ دیکھتے تھے کہ جو شخص دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے وہ پھر دنیا

سے منہ موڑ لیتا ہے نہ تو اس کی نظر میں دولت وثروت کی کوئی قیمت ہوتی ہے اور نہ ظلم وستم کے ڈر سے اسلام سے برگشتہ ہوتا ہے۔ لوگ مسلمان ہوکر ذاتی جائیدادوں سے بے نیاز ہورہے ہیں۔ اور اپنا تن من دھن سب کچھ اسلام پر قربان کررہے ہیں۔ ان حالات کو دیکھ کر وہ سخت پریشان تھے ایک روز انہوں نے فیصلہ کیا کہ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی (نعوذ باللہ) شمع حیات گل کردوں گا۔ یہ سوچ کر تلوار میں ہاتھ میں لے کر حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے۔ راستہ میں حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مل گئے ان کے تیور دیکھ کر پوچھا...... ''خیر تو ہے آج کہاں تشریف لے جارہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔'' آج میں نے یہ طے کرلیا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع حیات بجھادوں گا۔'' حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا .... یہ بہت بڑا کام ہے پہلے اپنے گھر کی خبر لو، تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لاچکے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ الفاظ سُن کر فوراً پلٹے اور اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ اس وقت تلاوتِ قرآن میں مصروف تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ پاکر چپ ہوگئیں۔ اور قرآن کو چھپا کر رکھ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن سے پوچھا...... یہ کیا پڑھ رہی تھیں۔ انہوں نے جواب نہ دیا، کہنے لگا میں نے سُن لیا ہے کہ تم اسلام قبول کرچکی ہو اور سعید بھی مسلمان ہوگئے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہنوئی سے دست وگریباں ہوگئے۔ بہن بچانے کے لیے آئیں تو ان کی بھی خبر لی۔ یہاں تک کہ ان کا بدن لہولہان ہوگیا۔ اس حالت میں ان دونوں کی زبان سے نکلا عمرؓ! جو کچھ بھی کرسکتے ہو کرو۔ بیشک ہم مسلمان ہیں۔ اسلام سے برگشتہ نہیں ہوسکتے۔ اور اسلام جیسا مقدس مذہب ہمارے دلوں سے نکل نہیں سکتا۔ ان الفاظ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر ایک خاص اثر کیا۔ بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا، ان کے بدن سے خون جاری تھا یہ دیکھ کر اور بھی رقت طاری ہوگئی، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جو کچھ تم پڑھ رہے تھے، وہ مجھے بھی سناؤ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے قرآن شریف لاکر سامنے رکھ دیا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ پڑھنے لگے ایک ایک لفظ پر ان کا دل مرعوب ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے۔ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے اختیار پکار اُٹھے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ جب حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں دعوتِ اسلام پیش فرمارہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آستانہ عالیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ کر دستک دی۔ چونکہ شمشیر بکف تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کی اطلاع کسی کو ابھی تک نہ تھی اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تردد ہوا لیکن حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا'' آنے دو، اگر مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ہے ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کردیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر قدم رکھا تو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر فرمایا......

کیوں عمر رضی اللہ عنہ! کس ارادہ سے آئے ہو۔؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پر رعب آواز نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کپکپادیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت ادب سے عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایمان لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے ساختہ پکار اٹھے۔ اللہ اکبر اور ساتھ ہی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے مل کر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلامی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوگیا۔ فرزندان اسلام اب تک اپنے مذہبی فرائض نہایت پوشیدہ طور پر انجام دیتے تھے۔

کعبہ میں نماز پڑھنا تقریباً ناممکن تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام میں داخل ہونے کے بعد حالت بدل گئی۔ انہوں نے اعلانیہ کعبہ میں جا کر نماز پڑھی اور لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ بت پرست کعبہ میں جمع ہوئے اور مزاحمت کا ارادہ کیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے وہ اپنے اس ناپاک ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

جنگ بدر

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور اسلام کو حیرت انگیز ترقی ہوئی تو مکہ معظمہ کے بت پرستوں نے مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں۔ ۲ھ میں بدر کا واقعہ پیش آیا۔ ۸ رمضان کو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین سو تیرہ آدمیوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ کفار مکہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ کفار مکہ کے ساتھ نو سو پچاس کی جمعیت تھی جن میں بڑے بڑے بہادر شریک تھے۔ بدر میں جو مدینہ منورہ سے تقریباً چھ منزل ہے شدید معرکہ ہوا اور کفار کو شکست فاش ہوئی۔ مسلمانوں میں سے صرف چودہ آدمی شہید ہوئے، جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔ بت پرستوں کی طرف ستر مقتول اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔ مقتولین میں ابوجہل، عتبہ، ربیعہ اور شیبہ جیسے صف اول کے امراء تھے جن کے قتل کے بعد مکہ کے بت پرستوں کا زور ٹوٹ گیا۔ بدر میں بت پرستوں کو جو شکست ہوئی اس سے باطل پرستوں میں غم و غصہ کی ایک لہر پیدا ہو گئی۔ ابوسفیان نے عہد کرلیا تھا کہ جب تک بدر کا انتقال نہ لوں گا، غسل نہ کروں گا۔ لڑائی کی تیاریاں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ شوال ۳ھ میں جنگ احد کا مشہور معرکہ پیش آیا۔ ۷ رشوال ۳ھ کو ہفتہ کے دن لڑائی شروع ہوئی۔ بت پرستوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ اسلام کے جانباز مجاہدین کرام بالخصوص حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت زبیرؓ نے بے نظیر شجاعت کا نمونہ پیش کیا۔ یہ مجاہدین دشمن کی فوج میں گھس گئے اور ان کی فوج کا شیرازہ بکھیر دیا۔ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ عزت بھی حاصل ہوئی کہ ان کی صاحبزادی حفصہ رضی اللہ عنہا حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔

جنگ خیبر

۷ھ میں خیبر کا مشہور معرکہ پیش آیا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو پیدل اور دو سو سواروں کے ساتھ خیبر کا رُخ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لڑائی میں یہودیوں کو پے درپے شکستیں دیں۔ اس شاندار کامیابی کی خوشی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی، ایک مناسب قطعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حصہ میں بھی آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ زمین امور خیر کے لئے وقف کر دی۔ خیبر کے معرکہ سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قبیلہ ہوازن کے لیے بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مہم میں بھی کامیابی حاصل کی۔ ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام صفا پر لوگوں سے بیعت لیتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب عورتوں کی باری آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا کہ تم ان سے بیعت لو۔ میں غیر عورتوں کو مس نہیں کرتا۔ چنانچہ تمام عورتوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اسی سال غزوۂ حنین کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس لڑائی میں اہل کفر پر اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے صفیں کی صفیں اُلٹ دیں۔ اور فتح مندی کا علم اڑاتے ہوئے مکہ معظمہ واپس ہوئے۔

۹ھ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ کی تیاریاں

کررہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو تیاری کا حکم دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں کی مالی حالت کمزور تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر گراں قدر رقم پیش کی۔ اور سامانِ جنگ آسانی سے مہیا ہو گیا۔

۱۱ھ میں پھر یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ کی تیاریاں کررہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں کے مقابلہ کے لیے حضرت امام بن زید رضی اللہ عنہ کا مامور فرمایا اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ جائیں۔ لوگ تیار ہو چکے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور یہ تجویز ملتوی ہو گئی۔ چند روز کی علالت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل منتخب ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور صرف سوا دو سال ہے۔ اُن کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین بنائے گئے۔

وصال مبارک

مدینہ منورہ میں ایک پارسی غلام فیروز تھا، اس نے ایک دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تھی کہ میرے آقا نے مجھ پر بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے آپ کم کرا دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محصول کی مقدار پوچھی تو اس نے بتلایا "روزانہ دو درہم انہوں نے مجھ پر محصول مقرر کیا ہے۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ تم کیا کام کرتے ہو۔ فیروز نے جواب دیا، بخاری، نقاشی اور آہنگری کا کام کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان صنعتوں کے مقابل میں یہ رقم کچھ زیادہ نہیں ہے۔ فیروز ناراض ہو کر چلا گیا۔ دوسرے دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لئے نکلے تو فیروز خنجر لے کر مسجد میں آیا۔ جوں ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کی۔ فیروز نے یکا یک چھ وار کئے جن میں سے ایک ناف کے نیچے لگا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوراً حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنی جگہ کھڑا کر دیا۔ اور خود زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اسی حالت میں نماز پڑھائی پھر لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر لے گئے۔ سب سے پہلے انہوں نے پوچھا میرا قاتل کون تھا۔ لوگوں نے کہا فیروز پارسی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "الحمدللہ میں ایسے شخص سے ہاتھ سے نہیں مارا گیا جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو۔ لوگوں نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ اپنا جانشین مقرر فرما دیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں چند نام تجویز کرتا ہوں آپ جسے چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں۔ حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن عوف رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور عرض کرو۔ "عمرؓ آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیغام اُم المؤمین رضی اللہ عنہا کو دیا تو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔" اس جگہ کو میں اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن آج میں اپنے مقابلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دوں گی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس آئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کیا خبر لائے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جو آپ رضی اللہ عنہ چاہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی سب سے بڑی آرزو تھی۔ تین دن بعد وصال فرمایا۔ یکم محرم ۲۳ھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

عدل وانصاف

ایک دن سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے دوران ارشاد فرمایا۔"میں تمہیں جو حکم دوں کیا تم اس پر عمل کرو گے"۔ یہ سنتے ہی حاضرین میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر کہا کہ ہم تمہاری اطاعت کے لئے تیار نہیں ہمیں تمہارے عدل وانصاف میں فرق نظر آرہا ہے۔ کیونکہ مال غنیمت کی جو چادریں صحن مسجد نبوی میں تمام مسلمانوں کو تقسیم ہوئی تھیں ان میں سے ہر ایک کے حصے میں ایک ایک آئی تھی ان چادروں کا طول وعرض کم تھا۔ آپ اس وقت جو لباس زیب تن فرمائے ہوئے ہیں۔ غالباً اسی چادر سے تیار ہوا ہے، اس ایک چادر سے آپ کا یہ لباس تیار ہونا ناممکن ہے، معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے حصے سے زیادہ ایک چادر اور لی ہے، وہ شخص نشہ عدل ومساوات میں سرشار آپے سے باہر ہوا جا رہا تھا۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ تم میری جانب سے اس مخفی حقیقت کا جواب دو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس میں میرے والد محترم کا کوئی قصور نہیں ہے چونکہ اس چادر میں آپ رضی اللہ عنہ کا کرتہ تیار نہ ہوتا تھا اس لئے میں نے اپنے حصہ کی چادر بھی والد محترم کی خدمت میں پیش کر دی تھی۔

جس وقت فاروقی فوجوں نے یروشلم پر اسلامی پرچم لہرایا تو اس وقت یروشلم کے پادریوں کی فرمائش پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ سے یروشلم روانہ ہوئے حضرت سیدنا رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آپ رضی اللہ عنہ کا غلام بھی تھا۔ منزل طویل تھی، کچھ دور امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار ہو جاتے اور غلام پیدل چلتا اور کچھ دور غلام اونٹ پر سوار ہو جاتا اور حضرت سیدنا رضی اللہ عنہ پیدل چلتے۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سواری یروشلم کے قریب پہنچی تو شہر کے معززین آپ رضی اللہ عنہ کے استقبال کیلئے شہر سے باہر جمع تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ امیر المؤمنین پیدل تشریف لا رہے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بدن پر چمڑے کی پوستین تھی جس پر جگہ جگہ پیوند لگے تھے۔ یہ اسلامی مساوات اور خلیفہ کی سادگی دیکھ کر وہ لوگ تعجب کرنے لگے۔ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سب سے زیادہ توجہ اس طرف تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی رعایا کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے یا کسی کی کوئی شکایت آپ رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچنے پائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ ہر نماز کے بعد صحن مسجد میں بیٹھ جاتے تھے تا کہ جس کسی کو کچھ کہنا ہو وہ دربارِ خلافت میں عرض کرے جو کوئی فریادی دربارِ فاروقی میں حاضر ہوتا ہے حضرت خلیفہ اسلام اس کی شکایت کو توجہ کے ساتھ سنتے اور فوراً اس کے ازالہ کا حکم صادر فرماتے۔

جبلہ ابن ایہم غسان کا بادشاہ مسلمان ہونے کے بعد مدینہ طیبہ آیا۔ اور حضرت۔ فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حج کرنے گیا۔ طواف کی حالت میں کسی اعرابی کا پاؤں اس کے لباس فاخرہ پر پڑ گیا۔ متکبر جبلہ نے اس اعرابی کے فوراً چانٹا مارا آخر اس امر کا استغاثہ دربار فاروقی رضی اللہ عنہ میں پیش ہوا، آپ رضی اللہ عنہ نے جبلہ کو طلب فرمایا۔ اور اقبال جرم پر حکم دیا کہ یا تو اس اعرابی سے معافی مانگو ورنہ اس کے ہاتھ سے تھپڑ کھاؤ، جبلہ یہ فیصلہ سن کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ ہم اس رتبہ کے لوگ ہیں کہ اگر کوئی شخص ہمارے ساتھ بے ادبی سے پیش آئے تو اس کی سزا قتل ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا سچ ہے۔ جاہلیت میں ایسا ہی تھا۔ لیکن اسلام نے امیر وغریب کا فرق ختم کر دیا۔ اسلام میں کوئی بڑا چھوٹا نہیں جبلہ معافی مانگنے کے بہانے دربار سے چلا آیا۔ اور رات کی تاریکی میں قسطنطنیہ بھاگ گیا۔

ایک یہودی اور ایک مسلمان کے درمیان کسی معاملہ پر تنازعہ تھا۔ دربار فاروقی میں معاملہ پیش ہوا یہودی سچا تھا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اور مسلمان کی گردن اسی وقت تن سے جدا کر دی۔ ☆☆

حضرت قطب المدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۴۲ھ سے ۸۳۸ھ تک

مولانا سید محضر علی حلبی وقاری

حاصل مقام صمدیت ، واصل مقام محبوبیت ، تبع تابعی حضرت سید بدیع الدین احمد مدار رضی اللہ عنہ کی ولادت ۲۴۲ھ ہے اور وفات ۸۳۸ھ۔ اس طرح ۵۹۶ سال آپ نے عمر مبارک پائی۔ اس سلسلے میں مؤرخین کے اختلافات پائے جاتے ہیں، لیکن مستند اور جمہور محققین نے تحریر فرمایا ہے کہ ۲۴۲ھ ہی صحیح ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جن مؤرخین نے ۲۴۲ھ سے اختلاف کیا ہے، انہوں نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ آپ سلطان العارفین بایزید بسطامی سے بیت المقدس میں بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ ۲۶۱ھ میں حضرت بایزید بسطامی نے وصال فرمایا، اس کے علاوہ ۲۴۲ھ سے ۸۳۸ھ تک معتبر مؤرخین نے آپ کا ذکر کہیں اجمالی کہیں تفصیلی کیا ہے۔ حضرت حذیفہ مرعشی شامی سے بھی آپ نے شرف تلمذ حاصل کیا۔

حضرت حذیفہ مرعشی شامی کے بارے میں حضرت عبدالرحمن چشتی تحریر فرماتے ہیں کہ:

''آپ حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی کے مرید وخلیفہ تھے، آپ نے خرقۂ خلافت خواجہ ابراہیم بن ادہم سے حاصل کیا اور جو نعمت کہ حضرت خواجہ ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ، حضرت علی، امام محمد باقر اور فضیل بن عیاض سے حاصل کی، سب خواجہ حذیفہ مرعشی شامی کے حوالے کردی اور اپنا جانشین بنایا اور آپ سفر وحضر میں خواجہ ابراہیم ادہم کی خدمت میں رہتے تھے، آپ نے اپنے وقت کے تمام مشائخ عظام سے فیض صحبت حاصل کیا، آپ کے کرامات وکمالات بے شمار ہیں جو احاطہ تحریر سے باہر ہیں''۔

(مرأۃ الاسرار، ص:۳۰۵)

حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی شامی حضرت ابراہم ابن ادھم کے مرید وخلیفہ تھے، حضرت ابراہیم ابن ادہم کی وفات ۱۸۷ھ میں ہوئی۔ سبھی تذکرہ نگاروں نے تحریر کیا ہے کہ حضرت قطب مدار سید بدیع الدین کو آپ کے والدین کریمین نے برائے تعلیم حذیفہ مرعشی شامی کے سپرد فرمایا، حضرت حذیفہ نے الف پڑھایا، حضرت بدیع الدین شاہ مدار نے الف کی ایک ہفتے تک شرح بیان فرمائی، چونکہ آپ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم کے مرید ہیں اور آپ کی وفات ۱۸۷ھ

میں ہے، اس لیے یہ بات قرینۂ قیاس ہے کہ حذیفہ شامی ۲۴۲ھ میں موجود تھے۔

مولانا حکیم فرید احمد عباسی محمدی نقشبندی، طبیب ریاست بھیکم پور نے اپنی کتاب ''مدار اعظم'' ۱۳۳۳ھ میں لکھی ہے، اس میں ''کشف المحجوب'' کے حوالے سے صفحہ ۱۲۸ پر تحریر فرمایا ہے:

''احمد بن مسروق خراسان کے بزرگوں میں
سے تھے اور اولیاء اللہ کا اتفاق ہے کہ وہ
''اوتادالارض'' میں سے تھے۔''

بعض کتابوں میں تحریر ہے کہ ابوالعباس احمد بن مسروق مرید وخلیفہ حضرت شاہ مدار کے ہیں۔ ''تذکرۃ الاولیا'' میں بھی تحریر ہے کہ:

''آپ کو قطب المدار کی صحبت حاصل
تھی۔''

''تاریخ اولیا'' کے مصنف نے جلد اول کے صفحہ ۲۶۷ میں لکھا ہے کہ شیخ ابوالعباس احمد بن مسروق رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید بدیع الدین احمد مدار کا زمانہ ایک تھا۔ شیخ ابوالعباس احمد بن مسروق آپ کی خدمت میں اکیس برس تک رہے اور آپ ہی کی توجہ سے قطبیت پر فائز ہوئے، بغداد شریف میں آپ کا مزار مبارک ہے۔

''فضائل اہل بیت اطہار'' میں ''آئینہ نسب نامہ'' کے حوالے سے مولانا سید مختار علی نے صفحہ ۶۱ پر تحریر کیا ہے:

''۲۹۹ھ میں شیخ احمد بن محمد مسروق کی وفات ہوئی۔''

ان قدیم اور مستند حوالوں سے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت سید بدیع الدین احمد مدار مذکورہ بزرگوں کے زمانے میں بھی حیات ظاہری کے ساتھ موجود تھے۔

''کرامت مسعودیہ'' جو مولانا محمد علیم اودھی کی عربی تصنیف ہے، جس کا فارسی ترجمہ مولانا محمد مسیح اودھی نے کیا ہے، پھر اس کا اردو ترجمہ مولانا الٰہی بخش نقشبندی نے کیا۔ یہ کتاب پہلی بار قومی کتب خانہ لکھنؤ سے ۱۲۹۶ھ میں چھپی۔ اس کتاب میں مرقوم ہے کہ:

''سید سکندر دیوانہ فرماتے ہیں کہ: سلطان محمود غزنوی کی بدولت عمدہ عمدہ نفیس کپڑے پہنتا رہا، جب ۴۰۱ھ میں سلطان نے سید سالار ساہو کو، جو کہ میرے چچا ہیں، ایک زبردست فوج کے ساتھ قندھار سے مظفر خان کی امداد کے لئے اجمیر شریف بھیج دیا تو اس وقت مظفر خان، رائے بھیرو، رائے سوم کرپا، رائے سنگھ، رائے سوکن، رائے مہندر، رائے ماکھن، رائے جگن وغیرہ انتالیس (۳۹) راجاؤں کے نرغے میں محصور تھا، میں اس وقت میں خاص سلطان کا اردلی تھا اور نانائے معظم حضرت سید سالار ساہو غازی مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے، مجھے ان کی جدائی ہرگز گوارہ نہ ہوئی، گھر کا انتظام ظہیر فرزانہ کو سپرد کر کے اور سلطان محمود غزنوی سے اجازت لے کر حضرت سید ساہو سالار غازی کے ساتھ ٹھٹھ کے راستے اجمیر پہنچا، راستے میں حضرت قطب المدار زندہ شاہ مدار سے ملاقات ہوئی، جیسے ہی ان کی نظر سید سالار ساہو غازی پر پڑی تو فوراً کہا ''سید سالار مسعود غازی کے باپ ادھر آؤ'' میں یہ سن کر متعجب ہوا کہ زندہ شاہ مدار کیا فرما رہے ہیں، مگر سید سالار ساہو غازی کو اس کی آرزو ضرور ہے، غرض کہ حضرت سید سالار ساہو غازی اس مقام سے آگے بڑھے اور سب راجاؤں کو شکست دے کر

کافروں سے مسلمانوں کو نجات دلائی، چند صوبہ جات فتح کر کے سلطان حکومت میں شامل ہوئے، جب ذرا اطمینان ہوا تو چچی معظمہ مخدومہ کو غزنی سے ہندوستان بلوالیا۔

قدرت خدا سے ۴۰۵ھ میں سید سالار ساہو غازی کے ایک فرزند آفتاب کی طرح روشن ہوا اور اس کا نام مسعود رکھا گیا، مفصل حال ''تواریخ محمودی'' میں درج ہے۔ میرا اعتقاد حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار کے ساتھ مضبوط ہو گیا اور ارادہ کیا کہ ان کے ساتھ چل کر فقیری اختیار کروں، ایک دن حضرت سید سالار ساہو غازی نے کچھ تحائف دے کر مجھے حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم آگے چلو، میں ابھی آتا ہو، میں تو خدا سے یہی دعا کرتا تھا کہ بارگاہ قطب المدار میں حضوری ہو اور میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے جا کر تحائف کو پیش کیا اور قدم چومے۔ میں نے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت مجھے اپنے سلسلے میں داخل کر لیجئے، زندہ شاہ مدار نے کہا ''تم تو عمدہ عمدہ لباس پہنتے ہو، عیش وعشرت میں زندگی بسر کر رہے ہو، فقیری میں یہ آرام کہاں؟'' میں نے سن کر اپنے سب کپڑے پھاڑ ڈالے، ستر چھپانے کے لئے ایک تہبند رکھ لیا اور سلسلہ عالیہ مداریہ میں داخل ہوا، ایک روز بعد حضرت سید سالار ساہو غازی اپنے فرزند کو لے کر حاضر ہوئے اور زندہ شاہ مدار کے سامنے پیش کیا، مسعود کی آنکھ جیسے ہی حضرت سید بدیع الدین شاہ مدار پر پڑی، سلام کے لیے ہاتھ اٹھایا، زندہ شاہ مدار نے خیریت پوچھی، آپ نے دائیں بائیں گردن ہلائی، حضرت سید سالار غازی نے آپ کو حضرت شاہ مدار کے قدموں پہ ڈالنا چاہا تو آپ نے زور سے رونا شروع کر دیا اور منھ آسمان کی جانب بلند کیا، ہر چند حضرت سید سالار ساہو غازی گردن ان کی پھیرنا چاہتے، مگر بے سود، ان کا رونا کم نہیں ہوتا تھا، آخر حضرت زندہ شاہ مدار نے اٹھ کر گود میں لے لیا، ہاتھ پیروں کو چوما، پیشانی پر بوسہ دیا اور یہ کہا کہ آج سے تو ہمیشہ اس کے ساتھ رہا کر، اس کی مصاحبت سے تجھ کو شہادت کا رتبہ ملے گا اور میں آج سلسلہ عالیہ مداریہ کی اجازت وخلافت سے تمہیں نواز رہا ہوں۔

(کرامات مسعودی، ص: ۲۷)

ایک ہندو مؤرخ آچاریہ چتورسین نے ایک کتاب تحریر کی، جس کا نام ''سومنات'' رکھا اور سوراشٹر کے شہر ویراول کے مندر سومنات اور ساہو سالار کے متعلق پورا واقعہ تفصیل سے درج کیا ہے، جس میں بہت دلچسپ انداز سے صفحہ ۱۲۹ار سے ۱۳۴ تک ''شاہ مدار'' عنوان سے لکھا ہے:

> ''اجمیر شریف میں مدار ٹیکری پر شاہ مدار تشریف فرما تھے، ساہو سالار کے دو سپاہیوں نے حضرت سید بدیع الدین شاہ مدار سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور سومنات کی فتح کے بارے میں دعا کی درخواست کی، حضور قطب مدار نے فرمایا: ''اللہ ضامن ہے اور میں دعا گو ہوں۔'' اس کے بعد ساہو سالار خود حاضر ہوئے اور فتح کے لیے دعا کی

درخواست کی۔ سرکار قطب المدار نے ارشاد فرمایا: ''اللہ حاکم ہے اور میں دعا گو ہوں، جاؤ'' سرکار قطب المدار کا حکم پاتے ہی سیدنا سالار غازی نے سفر کیا، آپ کے ساتھی سپاہیوں نے آپ سے پوچھا، آپ نے ارشاد فرمایا شاہ مدار ضامن ہیں اور فتح قریب ہے، حضرت ساہو سالار حضور مدار پاک سے اجازت لے کر مجاہد اسلام کی کمک کے لیے روانہ ہوئے، حضرت سیدنا مسعود غازی کا آپ کی دعا سے پیدا ہونا اور حضرت سالا ساہو اور محمود غزنوی کا حضرت قطب مدار کی دعا سے سومنات کے مندر پر فتح پانا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت ۴۰۰ھ کے وسط سے ۴۱۸ھ تک ہندوستان میں موجود تھے اور مختلف مقامات پر کار تبلیغ میں مشغول پائے گئے۔''

غوث اعظم حضرت سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کے بارے میں کسی نے مادۂ ولادت ''عاشق'' تحریر کیا ہے تو کسی نے ''عشق گویا'' آپ کی تاریخ ولادت ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ ہے۔ حضرت غوث اعظم سے حضرت قطب مدار کی دو ملاقاتیں معتبر مؤرخین کے قلم سے ثابت ہیں۔

حضرت علامہ محمد جانی ابن احمد القانی قادری نے ''الکواکب الدراریہ فی تنویر مناقب المداریہ'' عربی زبان میں تحریر فرمائی ہے، جس کا اردو ترجمہ مولانا محمد باقر جائسی صاحب نے کیا ہے۔ راقم الحروف کے پاس عربی اور اردو کے دونوں نسخے موجود ہیں، 'الکواکب الدراریہ' کے اردو ترجمے کے صفحہ ۹۰ پر تحریر ہے کہ حضرت سید بدیع الدین قطب المدار جب بغداد شریف تشریف فرما ہوئے تو حضرت قطب المدار اور حضرت غوث اعظم قریب صحبت ہوئے اور دریائے محبت حق میں غوطہ زن ہوئے، اس وقت حضرت سیدنا غوث پاک کی کیفیت جلالی تھی۔ بعض مؤرخین نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت قطب المدار کی توجہ سے غوث پاک کا جلال جمال میں تبدیل ہوگیا۔ اس کے علاوہ حضور غوث پاک نے حضور مدار پاک کی خدمت میں دو بھانجے اور دو بھتیجے خدمت دین اور تربیت کے لیے پیش کیے۔ بھانجوں کے نام اس طرح ہیں:

(۱) حضرت سید جمال الدین جانمن جنتی، جن کا مزار مقدس ہیلسہ جتی نگر (بہار) میں مرجع خلائق ہے۔

(۲) سید احمد بادیاپا، ان کا مزار مقدس درگاہ نام کے ایک گاؤں میں ہے، جو اعظم گڑھ اور مئو کے درمیان ہے، یو پی کے مشہور قصبوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے دو بھتیجوں کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت میر رکن الدین حسن عرب (۲) اور حضرت میر شمس الدین حسن عرب، ان کے مزارات مکن پور سے چار کلو میٹر دوری پر واقع ہیں۔

حضرت سید محمد اور سید احمد کے والد کا نام مؤرخین نے سید محمود تحریر کیا ہے، جب کہ ان کی والدہ کا نام سیدہ بی بی نصیبہ لکھا گیا ہے۔

راقم الحروف پہلی بار جب بغداد معلی پہنچا تو حضور سیدی وسندی آقائی ومولائی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث صمدانی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ کے صحن میں جو مہمان خانہ صدام حسین کا تعمیر کردہ ہے، اس میں کئی روز قیام کیا اور وہاں کے ذمہ داران سے حضور غوث پاک کی بہن کے بارے میں معلومات کی، کسی نے کوئی تشفی بخش جواب نہ دیا، اس کے بعد احمد خان جو افغانستان کے رہنے والے ہیں اور عربی و اردو

دونوں زبانیں بولنے پر قدرت رکھتے ہیں، ان سے بھی معلومات حاصل کیں کہ کیا حضور غوث الاعظم دستگیر کی کوئی بہن بھی تھیں؟ انہوں نے بھی نیست میں جواب دیا۔ اس کے بعد سیدنا غوث اعظم کی بارگاہ میں میں نے عرضی پیش کی اور اپنے حجرے میں آگیا، اسی تشویش میں تھے کہ ''مخزن کرامات'' کا فیض ہوا۔ سامنے الماری کی طرف نظر گئی، وہاں ایک کتابچہ رکھا ہوا تھا، جس پر تحریر تھا ''فاتحہ گیارہویں شریف'' جس میں حضور غوث پاک کے فاتحہ کا طریقہ تحریر تھا کہ قرآن کریم اور درود پاک وغیرہ پڑھ کر یہ اشعار ضرور پڑھیں۔

سید و سلطان فقر و خواجہ مخدوم الغریب
بادشاہ وشیخ و درویش وولی مولانہ
میر صالح فاطمہ ثانی اسامی والدین
بوسعید پیر ایشاں مرد حق مردانہ
زینب وبی بی نصیبہ خواہران حضرت اند
ایں اسامی پاک رابابد کہ ہر فرزانہ

ان اشعار میں سیدنا غوث پاک کی دو بہنوں کا نام پڑھ کر مسرت وشادمانی حاصل ہوئی، اکثر لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی کوئی بہن نہیں تھی، حالانکہ سیدنا غوث اعظم محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی کے سیرت نگاروں نے اپنی کتابوں میں کئی بہنوں کا تذکرہ کیا ہے۔

مشہور عالم، محدث اور صاحب ’مرقات‘ ’نزہۃ الخاطر الفاطر‘ ملا علی قاری ارشاد فرماتے ہیں:

''سیدنا غوث اعظم کی ایک بہن تھیں، جن کا نام عائشہ تھا، جو اصحب کرامات ظاہرہ وآیات باہرہ تھیں۔''

(محبوب الاتقیا فی ذکر سلطان الاولیاءؒ، ص:۵)

یہ کتاب اردو زبان میں اسلامی اسٹیم پریس لاہور سے شائع ہوئی ہے۔ ''نزہۃ الخاطر الفاطر فی ترجمۃ السید الشریف عبدالقادر'' کا اردو ترجمہ ہے جو ملا علی قاری کی طرف منسوب ہے۔

''الدرالمنظم'' میں ہے کہ:

''غوث اعظم محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی دو بہنیں تھیں، ایک کا نام بی بی زینب، ایک روایت میں ہے کہ ایک کا نام حلیمہ، دوسری کا نام رقیہ تھا۔''

(الدرالمنظم فی مناقب غوث اعظم، از انور علی شاہ قادری قلندری، ص:۴۳)

دوسری ایک اہم کتاب میں ذکر ہے کہ:

''نام پاک خواہران غوث پاک بود بی بی حلیمہ وبی بی رقیہ''۔

(کنزالانساب، ص:۳۴)

''تفریح العاشقین'' میں ہے کہ: غوث اعظم کی ایک بہن تھی مسمات نصیبہ، ان کو بھی خدائے تعالیٰ نے مظہر کرامات فرمایا تھا۔''

(تذکیر العارفین فی احوال سید الکاملین، ص:۷، از ابوالحسن حسن بن حسین علوی قادری کاکوری)

یہ کتاب رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔

خلیفۂ مفتی اعظم ہند مولانا ہدایت رسول قادری کے صاحبزادے مولانا محمد عمر قادری برکاتی رضوی اپنی کتاب ''زینت المیلاد'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کے والد کا نام ابوصالح اور والدہ ماجدہ کا اسم گرامی فاطمہ ثانی اور شیخ محترم ابوسعید ہیں۔ زینب وبی بی نصیبہ آپ کی بہنیں ہیں۔''

(زینت المیلاد، ص:۱۵۶)

نسب نامہ یک مشہور کتاب ''مرأۃ الانساب'' جس میں حضرت سید بدیع الدین شاہ مدار کا شجرہ، ہر سہ خواجگان تک موجود ہے، اس کتاب میں تحریر ہے کہ:

''حضرت سید بدیع الدین قطب المدار نے

حج کا ارادہ کیا، اثنائے راہ بغداد شریف پہنچے،
حضرت غوث پاک کی ہمشیرہ کی اولاد نہیں
ہوتی تھی، انہوں نے آپ سے دعا کی استدعا
کی، حضرت شاہ مدار کی دعا کی برکت سے
ان کی اولاد ہوئی۔''

(مرأت الانساب، ص:۱۵۸ ازضیاء الدین احمد علوی مجددی امروہی، مطبوعہ ترپولیہ، جے پور)

حضرت غوث پاک کی ہمشیرہ کے متعلق صاحب ''خم خانہ تصوف'' رقم طراز ہیں کہ:

''بی بی نصیبہ کی کوئی اولاد نہیں تھی، جب قطب
المدار بغداد تشریف لے گئے، بی بی نصیبہ
آپ کی دعا کی طالب ہوئی، آپ کی دعا سے
دولڑکے پیدا ہوئے۔''

(خم خانہ تصوف، ص:۳۶۸)

مولانا فصیح اکمل قادری ''سیرت قطب عالم'' میں لکھتے ہیں:

''دوسرا واقعہ یہ ہے کہ نصیبہ نے جو حضرت
غوث پاک سے اولاد کے لیے استدعا کی،
چنانچہ موصوف نے ان کو شاہ مدار کی طرف
رجوع کرایا اور آپ کی دعا کی برکت سے
باری تبارک وتعالیٰ نے ان کو دو بیٹے بہتر
کردار اور سعادت آثار عنایت فرمائے،
بڑے صاحبزادے کا نام سید محمود تھا اور
چھوٹے صاحبزادے کا نام سید احمد تھا۔''

(سیرت قطب عالم)

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، پروفیسر ہمدردی یونیورسٹی ، دہلی اپنے ایک مقالے میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے بھانجے کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح رقم طراز ہیں:

''شیخ محمد بن احمد قطب الدین مدنی سیدنا
عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بھانجے
ہیں، اپنے ماموں کے وصال کے بیس سال
بعد ۵۸۱ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے،
اپنے ماموں زاد بھائی سیدنا عبدالرزاق
قادری ۶۱۳ھ اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ
۶۱۷ھ سے استفادہ کیا اور کسب علوم وفنون
کر کے یگانہ روزگار ہوئے۔''

(ماہنامہ سنی دنیا، شمارہ جون، جولائی ۱۹۹۶ئ ص:۵۱)

فارسی ترجمہ ''ثمرۃ القدس'' جوملا کامل کی تصنیف ہے، اس رسالے کے مؤلف ''خلاصۃ المداریۃ'' سے نقل کرتے ہیں کہ:

''حضرت سید بدیع الدین قطب المدار
پانچویں صدی ہجری میں عرب کی سیاحت
فرماتے ہوئے بغداد تشرف لائے اور غوث
الثقلین ابومحمد محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس
سرہ النورانی سے ملاقی ہوئے، اس وقت
دونوں کے درمیان ایک عجیب کیفیت رونما
ہوئی السیر وسرہ، الغرض حضور غوث پاک نے
قطب المدار کے کمالات کا مشاہدہ فرمایا
اور اپنے دونوں بھانجوں نے قطب المدار
کے کمالات کا مشاہدہ فرمایا اور اپنے دونوں
بھانجوں یعنی سید محمود کی زوجہ سیدہ بی بی نصیبہ
کے دونوں صاحبزادے کو لے کر مخزن اسرار
سید بدیع الدین قطب المدار کی خدمت میں
تشریف لائے اور فرمایا یہ دونوں میری چھوٹی
بہن بی بی نصیبہ کے دل بند ہیں، آن برادر کی
ذات بابرکات سے فائز المرام ہونا چاہتے
ہیں۔ ایک اور قول کے مطابق حضور غوث
پاک نے بی بی نصیبہ کے لئے خود ہی قطب
المدار سے دعا کے لئے درخواست کی تھی اور

فرمایا کہ اے برادر! رب العزت کی درگاہ
میں میری بہن کے لیے دست دعا بلند
فرمائیں۔"

ثمرۃ القدس میں ایک تیسری روایت اس طرح ہے:

"قطب المدار، غوث پاک کی ملاقات کے بعد حج کو چلے گئے اور سفر حج کی واپسی میں دوسری بار تشریف لائے اور بی بی نصیبہ نے غوث پاک کی وصیت کے مطابق اپنے دونوں فرزندوں کو جو قطب المدار کی دعا سے پیدا ہوئے تھے، بارگاہ مداریت میں پیش کیا، حضرت شاہ مدار نے ان دونوں کو دل وجان سے قبول کیا اور انہیں لے کر استنبول (ترکی) روانہ ہوئے، اس جگہ ان دونوں عزیزوں کی تعلیم کے واسطے عبداللہ رومی کے حوالے فرمایا اور خود ایک کھائی میں شغل حبس دم ذکر معبود حقیقی میں مشغول ہو گئے اسی جگہ چند سال گزارے، پھر خراسان رونق افروز ہوئے۔"

(منتخب العجائب فی اسرار الغرائب، ص: ۲۴۔ ۲۳ از سید عبداللہ)

اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مکن پور میں سید ظہیر المنعم کے کتب خانے میں موجود ہے۔

محض علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے بھی ایک بہن کا تذکرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو "زبدۃ الآثار" اردو ترجمہ "غوث الوریٰ"، ص ۱۷، ترتیب وترجمہ پیر زادہ اقبال احمد فاروقی مطبوعہ مکتبہ جام نور، دہلی۔

حضرت سید احمد بادیا پا جو حضرت جمال الدین جانمن جنتی کے سگے بھائی ہیں اور غوث پاک کی سگی بہن کے دوسرے صاحبزادے ہیں، آپ کا مزار پرانوار پرگنہ نتھو پور، نوادہ گھوسی ضلع مئو میں "درگاہ شریف" نامی گاؤں کلوابن مشہور ہے۔ فرید خان عرف شیر شاہ سوری بادشاہ ہند نے ایک ایکڑ وسیع زمین پر آپ کا روضہ شریف کی تعمیر کی ہے، شیر شاہ سوری بادشاہ ہند کی بیٹی ماہ بانو نے پوری عمر سید احمد بادیا پا کے قدموں میں گزار دی۔

(اعظم گڑھ گزیٹر، ۱۹۷۱ء، ص: ۳۵۲، بحوالہ تذکرۂ سید احمد بادیاپا، از شفیق احمد)

صاحب بحر ذخار شیخ وجیہہ الدین اشرف نے آپ کا تذکرہ ان القاب وآداب سے کیا ہے۔

"آں نزہت آرائے چمن توحید، آں طراوت پیرائے گلشن تجرید، آن تاج بخش سلاطین وفقرا، آن مشغول پیرائے دوست سید احمد بادیاپا، مرید وخلیفہ سید قطب المدار۔
"

(بحر ذخار، قلمی، ص، ۱۱)

اس تاج بخش سلاطین وفقرا کے بارے میں آپ کے سوانح نگار سید شفیق احمد "بحر ذخار" اور "مرأۃ مداری" کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"حضرت قطب المدار حج وزیارت کے بعد کاظمین ونجف اشرف ہوتے ہوئے بغداد پہنچے، وہاں حضرت غوث پاک کی بہن بی بی نصیبہ رحمۃ اللہ علیہا کی اولاد ہوئی، جن کا نام سید احمد رکھا گیا۔ حضرت بدیع الدین وہاں سے تیسری بار ہندوستان تشریف لائے۔"

"بحر ذخار" کے حوالے سے ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

"جب ایک سفر میں حضرت شاہ مدار بغداد پہنچے اور سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنے بھانجے سید احمد بادیاپا کو شاہ مدار کے حوالے کیا اور ان کی تعلیم وتربیت کے متعلق تاکید کی۔"

ل۔

(تذکرۂ سید احمد بادیا پا، فارسی، ص:۵)

حضرت سید غوث الاعظم الجیلانی کی ولادت ۴۷۱ھ ہے، ان سے حضرت قطب المدار کی ملاقات سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت قطب المدار ۴۷۱ھ میں بھی موجود تھے۔

حضرت خواجۂ خواجگان سید معین الدین حسن سنجری چشتی علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ۵۳۱ھ میں ہوئی۔ حضرت قطب المدار نے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے کوکلا پہاڑی پر ملاقات فرمائی۔

شہاب چشتی اکبرآبادی لکھتے ہیں:

''چلہ حضرت شاہ مدار رضی اللہ عنہ اجمیر کی مشرقی پہاڑی کی چوٹی پر ہے، جو ۷۰۰ فٹ بلند ہے، اس پر سید بدیع الدین عرف شاہ مدار مکن پوری جو حضرت خواجہ غریب نواز کے زمانے میں آئے تھے، عرصے تک عبادت الٰہی کی تھی۔''

(حالات تاراگڑھ، سوانح عمری میراں حسین خنگ سوار، مطبوعہ مصطفائی پریس، آگرہ)

اس کے علاوہ ''مرأۃ مداری'' کے صفحہ ۱۲۹، فصول مسعودیہ کے صفحہ ۱۸۶، بحر ذخار قلمی کے صفحہ ۸۴۲، منتخب العجائب اور تذکرۂ صوفیائے میوات کے صفحہ ۴۶، مدار اعظم، تذکرۃ المتقین اور اس کے علاوہ کئی کتابوں میں تحریر ہے کہ حضرت سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ نے حضرت سید بدیع الدین مدار سے کوکلا پہاڑی پر ملاقات فرمائی۔

اسی پہاڑی پر حضرت قطب المدار نے قیام کیا، جو آج مدار ٹیکری کے نام سے موسوم ہے۔ اس مقام پر تین شانہ روز دونوں بزرگ خاموش بیٹھے رہے، جب خواجہ غریب نواز سے پوچھا گیا کہ آپ لوگوں نے آپس میں بظاہر کوئی گفت وشنید نہیں کی؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اہل دل اسی طرح کی ملاقات کرتے ہیں۔

ان شواہد کی بنیاد پر حضرت قطب المدار کا حضرت خواجہ غریب نواز کی حیات ظاہری میں بھی ہونا ثابت ہے۔

سلطان التارکین حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر فرماتے ہیں کہ:

''حضرت قدوۃ الکبریٰ می فرمودند کہ اکثر اکابر روزگار واماثر نامدار لباس خرقہ پنج نوع گفتہ اند، اول خرقہ ارادت کہ روز بیعت شیخ مرید رابدہد وتلقین توبہ کندو بخرقہ صلاح وتفاوت درآرد، دوم خرقہ محبت است کہ بعد ارادت مرید را جامہ یا خرقہ بدہد یا دو درویش دو یکدیگر بطریق رفاقت مدنی سیردہ باشد چوں از ہمہ دیگر فرقت واقع شدو یکے دیگر را خرقہ محبت بدہد چنانچہ حضرت شیخ بدیع الدین الملقب بشاہ مدار قدس سرہ العزیز بہ حضرت قدوۃ الکبریٰ ایام کثیرہ وعوام کبرہ ہم دیگر طریق سفری سپردند بسوے خطہ اودھ صانہا اللہ عن البلیات سبیل خضر بیگ دیگر بسرمی سپردند چوں از بندہ دوم حضرت شیخ مدار بسوے خطہ اودھ صانہا اللہ عن البلیات عود نمودند بحضرت ایشاں خرقہ محبت الباس کردند و دروقت ہم دیگر رقت بسیار گردند۔

(لطائف اشرفی، ص:۳۳۸)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''اگر مردے صوفی باشد بشناسد حضرت شیخ بدیع الدین مشرب عالی داشتند یعنی علوم نوادراز ہمیا وکمیا، ریمیا از ایشاں معائنہ شدکہ نادر ازیں طائفے کسے نباشد در یک سفر مکہ معظمہ زادہا اللہ شرف وتعظیما صحبت بودہ ایم واستفادہ ہمہ دیگر واقع شد است۔''

(ص:۳۵۴)

لطائف اشرفی میں ذکر ہے کہ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی رضی اللہ عنہ نے خرقہ کی کئی قسمیں بیان فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ سید بدیع الدین شاہ مدار نے مجھے خرقہ محبت سے سرفراز کیا اور سفر حجاز میں عرصہ دراز تک میں شاہ مدار کے ہمراہ رہا۔

یہ شہادت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حضرت قطب المدار ۸۰۰ ھ میں بھی جلوہ افروز تھے۔

"تاریخ سلاطین شرقیہ وصوفیائے جون پور" کے مؤلف سید اقبال جون پوری نے حضرت قطب المدار کا اکانوے صفحات پر تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ کہ جون پور کا بادشاہ ابراہیم شرقی جو حضرت قطب المدار کا مرید وخلیفہ تھا، حضرت قطب المدار کا بڑا والہانہ استقبال کیا اور جون پور کے اکثر وبیشتر لوگ حضرت سید بدیع الدین شاہ مدار کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ بادشاہ بھی مرید ہوا اور خلافت حاصل کی۔ میر صدر جہاں بھی مرید وخلیفہ ہوئے اور ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی خلافت سے سرفراز ہوئے۔

الغرض ان شواہد سے یہ بات بالکل ثابت ہوتی ہے کہ حضرت قطب المدار کی ولادت ۲۴۲ ھ میں ہوئی، جب کہ ۸۳۸ ھ میں آپ کا وصال ہوا اور مکن پور ضلع کانپور میں یوپی میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ جہاں سے آج بھی فیوض وبرکات جاری وساری ہیں۔

علامہ ادیب مکن پوری

منقبت شریف حضور مدار العالمین رضی اللہ عنہ

تری رفعتوں پہ نظر کرے جسے آگہی کی تلاش ہے
وہ تیری حیات سے درس لے جسے زندگی کی تلاش ہے
تو اسیرِ غم مرے پاس آ تجھے میں بتاتا ہوں راستہ
نہ درِ مدار سے ہو جدا جو در نبی کی تلاش ہے
جو تجلیات کی ہے امیں بخدا یہی ہے وہ سرزمیں
وہ یہیں سے کسب ضیا کرے جسے روشنی کی تلاش ہے
جو عطا کرے تیری آرزو اسی سوز دل کی ہے جستجو
جو تری طلب میں نصیب ہو اُسی بے کلی کی تلاش ہے
وہ جنوں پیام شعور ہے جو تیری طرف سے ہو مرحمت
جو تری نظر کو پسند ہو اسی بے خودی کی تلاش ہے
ہیں جہاں میں باب عطا بہت ہیں کرم نواز بھی انگنت
مری ......حیات کو مگر آپ ہی کی تلاش ہے
یہ ادیبؔ رشتۂ خاص ہے میرے غم سے ان کی نگاہ کا
مجھے اک کریم کی جستجو اُسے اک دکھی کی تلاش ہے

منقبت شریف حضور مدار العالمین رضی اللہ عنہ

تری نسبتوں کے صدقے مجھے خوب یہ پتہ ہے
اسی آستاں کے آگے درِ پاک مصطفیٰ ہے
نہ جھکے کبھی کہیں سر یہ خرد کا مشورہ ہے
ہو یہیں پہ سجدہ ریزی یہ جنوں کا فیصلہ ہے
یہ درِ مدار عالم وہ دیار مصطفیٰ ہے
یہ نشانِ ابتدا ہے وہ مقام انتہا ہے
اُسے خوف گمرہی کیا جو یہ بات جانتا ہے
وہی راہ معتبر ہے جہاں تیرا نقش پا ہے
جو دعائیں کر رہے ہو تو انہیں کا واسطہ دو
کہ قبولیت کا دریا اسی در سے بہہ رہا ہے
ترے سلسلہ کا سورج تو ہے آج بھی درخشاں
جو کوئی نہ دیکھ پائے تو نگاہ کی خطا ہے
ملا ساحل تمنا جو ادیبؔ منھ سے نکلا
میرے آقا دو سہارا کہ سفینہ ڈوبتا ہے

دنیائے سنیت کی ایک عظیم شخصیت

بابائے قوم وملت علیہ الرحمۃ والرضوان

از:۔ مولانا سیدازبر علی جعفری

جن کے دم سے تھی شہر کی رونق
کیا ہوئے وہ کدھر گئے چہرے

مدینۃ الاولیاء مکن پور شریف اپنے علمی محاسن فکروفن، حکمت وصنعت کی بنیاد پر ارباب علم ودانش کے دلوں کی دھڑکن بن گیا ہے اوراس زمین کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آسمانِ ولایت ہی ہے جس کی زیب وزینت کے لئے خورشید ولایت حضور سید الاولیاء مدارالعالمین کی ضیابار کرنیں پوری زمین کے دامن کو درخشاں کئے ہیں اور پھراس کی زیبائش کیلئے آسمان ولایت کے بیشارستارے اس زمین کے دامن میں چھپ کرضیابار ہیں۔

اولیاءاللہ کی آمد کا سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا۔ ہمیشہ بزرگوں کا مرکز رہا یہ خطہ کبھی اس نعمت سے محروم نہیں رہ سکتا یکے بعد دیگرے اولیاء کاملین اس گہوارۂ علم کو سجاتے اورسنوارتے رہے ہیں اورانشاءاللہ سجاتے رہیں گے۔ بقول عارف جگرسوختہ بابائے قوم ؎

ہستی وفنا جیسے اک کھیل ہو قدرت کا
اک نقش مٹادینا اک نقش بنادینا

مگرافسوس!

وہ جن میں سے ہرایک کاصفحہ صفحہ درس عبرت ہے
کچھ ایسی داستانیں دفن ہیں گورغریباں میں

ان ہی داستانوں میں ایک داستان جس عظیم المرتبت کی نوک قلم سے زینت قرطاس کرنے کی سعی سعید کررہاہوں وہ ہیں بیسویں صدی کے عظیم مبلغ مداریت، مجاہد مداریت، رہبر شریعت، شیخ طریقت، واقف اسرار حقیقت، کاشف اسرار معرفت، گل گلزار حکمت، حکیم الامت بابا قوم وملت حضرت علامہ حکیم سید محمد ولی شکوہ جعفری مداری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

جب آپ مقصد تخلیق سے آشنا ہوئے تو تمام عصری تقاضوں کو لبیک کہہ کر جان جاناں صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو سامنے رکھ کرزندگی کے لمحات کو پاکیزہ کیا۔

آپ صبر وضبط، شکیب وتحمل کا خاموش سمندر تھے جس کی خاموشی سے اس کی گہرائی کا پتہ چلتا تھا۔ آپ سخی ابن سخی تھے۔ خود بھوکے رہے بچوں کو بھوکا دیکھا مگر سائل کو در سے خالی نہ لوٹایا۔ بیکسوں، بے بسوں، بیواؤں، یتیموں کی مدد کرنا اپنا فریضہ منصبی سمجھتے رہے۔ آباء واجداد سے کافی سرمایہ وراثت میں ملا مگر کبھی اس کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا۔ کبھی کسی سے نفرت نہ کی، جذبۂ انتقام کو ابھرنے نہیں دیا۔ یہی اسباب تھے کہ دوست تو دوست دشمن بھی دوست بن گئے۔ آپ کو اگر کسی نے برا کہا تو ہنس کر نظر انداز کردیا اور اگر کسی نے رغبت دلائی تو فرمایا ؎

برتاؤ زمانے میں کرے چاہے کوئی جیسے
ہے کام ولی اپناہراک کو دعا دیا

خاندانی حالات

حضور بابائے قوم وملت حضور خواجہ خواجگاں سلطان العارفین خواجہ سید ابومحمد محمد ارغون جانشین مدار العالمین کی نسل پاک سے ہیں۔

آپ کے آباء واجداد اور پاکیزہ خصائل کے مالک تھے۔ زندگی کے ہرنشیب وفراز پر سلیقہ سے قدم رکھتے اور صبرو تحمل کا دامن کبھی نہ چھوڑتے۔ زہدوورع، تقویٰ وطہارت، عبادت وریاضت، علم وحکمت، فراست ومعرفت، حق وصداقت، تزکیہ نفس ان کی پاک سرشت میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ بابائے قوم وملت کے آباء واجداد زمین پر آباد تھے تو ان کے شب وروز کا حصہ غالب خالق ارض وسماء کی تقدیس وتمجید میں بسر ہورہا تھا۔ برادرانہ اخلاص اور ہم نوعی کا احساس ان کی اجتماعی زندگی میں یگانگت کی روح بن کر سرایت کر چکا تھا۔

جگر پارۂ رسول کی یہ مٹھی بھر جماعت مصحف ہستی پر معصومات انبساط کے ساتھ فضائے الٰہی کے پنجے میں اسیر کن لمحات کو فضائے ماضی کے حوالہ کررہے تھے اور زندگی کی حقیقی لذتوں سے آشنا ہوکر زندگی بسر کررہے تھے۔

اس خاندان میں حکمت، ذوق شاعری ترکہ میں تقسیم ہوئی جس کو میراث میں لیکر یہ لوگ نامور علماء حکماء اور شعراء ہوکر گذرے ہیں۔

حضور بابائے قوم وملت کے والد گرامی اسی عمدۃ الصالحین عابدۃ العارفین قدوۃ الکاملین حکیم الامت حضرت علامہ مولانا حکیم سید علی شکوہ شکوہ جعفری مداری رحمۃ اللہ علیہ بڑے متقی، پرہیزگار، عابدوزاہد گزرے ہیں۔ مشائخ سلسلۂ عالیہ مداریہ کی مجلسوں اور حلقوں محفلوں میں حضور کی شان سخاوت کا شہرہ چرچہ تذکرہ اور تبصرہ آج بھی رہتا ہے۔ علامہ علی شکوہ بحر سخاوت کا نادرونایاب صدف تھے۔ یوں تو موصوف کے خزانہ کا منہ سائلوں کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا مگر بالخصوص جمعرات کے دن منظم طریقہ پر خیرات بانٹتے تھے۔ کپڑا، مٹھائی، اناج، چاندی کے روپے تقسیم فرماتے تھے اور موصوف خود اپنے دست سخاوت سے پانچ بکرے پنجتن پاک کے نام پر ذبح کرکے بھوکوں کو اپنے ہاتھوں سے کھلاتے اور تقسیم فرماتے تھے۔ جب اناج کی فصلیں کٹ جاتی تھیں تو کاشتکاروں سے غلہ خرید کر بھر لیتے تھے اور بارش کے ایام میں غرباء، مساکین پر تقسیم فرماتے۔ رمضان المبارک میں آپ کی شان سخاوت کی مثال لامثال رہتی تھی کہ ہر سائل کو اتنا دیتے تھے کہ پھر اسے کسی دوسرے دروازہ کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

بے مثل ہیں جہاں میں تمہاری سخاوتیں
منگتا تمہارے در کا ہے سلطان یا ولی

آپ سے بہت سی کرامتوں کا ظہور ہوا۔ آپ کی ہر پیشین گوئی آج حرف بہ حرف صادق آتی ہے۔

آپ میدان شاعری کے شہسوار اور لشکر حکمت کے سپہ سالار، تبحر عالم، صوفی صفت بزرگ تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور چند کتابیں منظر عام پر آئیں جن سے عوام وخواص کو استفادہ کا موقع ملا، معمولات شکوہیہ، مرقہ درگاہ شریف، اعمال الصالحین، انتخاب شکوہ آپ کی تصانیف میں خاص مقام حاصل کرگئیں۔ آپ نے فن شعرگوئی میں اعلیٰ مقام حاصل کیا اور شکوہ تخلص اختیار کرتے تھے۔

بے مثال وصیت

مولانا علی شکوہ کا تدین ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے ایک وصیت نامہ لکھ کر عدالت میں داخل فرمایا، آپ یوں رقمطراز

ہیں کہ اگر میری اولاد شریعت مطہرہ کی پابند نہ ہوتو اس کو میری میراث سے کچھ بھی حق نہیں بلکہ عدالت تحقیق کر کے میری جائیداد اور سرمایۂ حیات کو ۴؍۱ حصہ بیواؤں پر اور ۴؍۱ حصہ جامع مسجد پر اور ۴؍۱ حصہ عرس مدارالعالمین پر اور ۴؍۱ حصہ تعزیہ داری پر خرچ کردیا جائے۔ دنیا کی نگاہوں نے دیکھا کہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے قائد بے بدل محسن قوم وملت عالی جناب سید دارا شکوہ جعفری رحمۃ اللہ علیہ سعید باپ کی سعادت مندی کے وارث بن کر اس وصیت پر عمل پیرا رہے۔

شادیاں

حضرت حکیم سید علی شکوہ رحمۃ اللہ علیہ کی تین شادیاں ہوئیں۔ پہلی بیوی سے ایک صاحبزادی اس صحن ہستی کی زینت بنی دوسری بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور ان کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد کافی عرصہ تک کوئی نکاح نہ فرمایا۔ زندگی تجرید میں بسر کرتے رہے۔

بشارت عظمیٰ

جب زندگی ۸۰ رسال کی ہوگئی حسب معمولات مداریہ خانقاہیہ عالیہ میں حرم شریف میں محو مراقبہ تھے۔ حضور سیدنا مدارالعالمین کے جلوؤں کی تابانیاں بکھریں۔ انوار جمال ضیا پارہ ہوئے اور زندگی کا اصل مدعا مل گیا۔ حضور مدارالعالمین نے اپنی زیارت بابرکت سے نوازا اور ارشاد فرمایا، اے علیؔ میں تمہاری پشت میں سعادت مند بیٹے دیکھ رہا ہوں لہٰذا تم شادی کرلو۔

شادی

حضور سیدنا علی شکوہ نے اپنی ارجمندی کا فیصلہ بزبان مدارالعالمین سنا دل کی دنیا بدل گئی اور ۸۰ رسال کی عمر میں حضور قطب زماں عمدۃ الاتقیاء سراج الاصفیاء، سید رفیع الدین جعفری رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سے نکاح فرمایا۔ جن کے بطن سے تین صاحبزادے تین صاحبزادیوں کی شکل میں اس گلستاں میں گلے کھلے۔

ولادت باسعادت

یکم ستمبر ۱۹۳۳ئ ۱۵؍رجب المرجب ۱۳۵۶ھ کی صبح صادق نمودار ہوئی اور صحن علی شکوہ میں علم وحکمت کا پھول کھلا جس کی خوشبو سے شام کائنات معطر ہونے والی تھی اور درد زدہ لوگوں کیلئے بابائے قوم کی آمد آمد کی نوید جانفزا سنائی دی۔ نونہال نے آغوش مادر میں قدم رکھا۔ کیا اہل خانہ، کیا اہل قریہ، سب کے سب مسرتوں کے سمندر میں غوطہ زن نظر آئے۔ آمد آمد تھی اس شخصیت کی جو صدق وصفا، مہر ووفا، جود وسخا، حلم وبرد باری کا پیکر حسین تھی جو ذات تقویٰ وطہارت، علم وحکمت، فہم وفراست سے مرکب اور بشارت مدارالعالمین سے ممتاز تھی۔ بابائے قوم وملت کی ولادت باسعادت کی خوشی میں والد گرامی نے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور چالیس دن تک سخاوت کی بارش ہوتی رہی چالیس دن تک لنگر چلتا رہا اور سعادت مند بیٹے کی ولادت کی خوشی میں والد گرامی نے جامع مسجد اور درگاہ شریف میں آہنی سائبان ''ٹین شیڈ'' بنوائے جو آج بھی حضور بابائے قوم وملت کی ولادت کی یادگار ہیں۔

والد گرامی نے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔

نام نامی اسم گرامی

محمد ولی شکوہ اور تاریخی نام سید غنی حیدر رہا۔

القاب

بابائے قوم وملت، حکیم الملت، ولی مداری، حکیم

صاحب، شیخ محترم وغیرہ۔

کنیت: ابوالامین

والد گرامی کا اسم شریف: سید محمد علی شکوہ

والدہ کا اسم گرامی: سیدہ عظمت النساء

آپ کا شجرۂ نسب والد گرامی اور والدہ محترمہ دونوں کی طرف سے حضرت خواجگاں خواجہ سید ابو محمد ارغون تک پہونچتا ہے۔

جائے پیدائش

دارالنور مدینۃ الہند مکن پور شریف کانپور نگر

حضور بابائے قوم وملت حکیم الامت حضرت علامہ حکیم سید محمد ولی شکوہ جعفری مداری رحمۃ اللہ علیہ کا عرس پاک ۱۶ ر جمادی المدار کو ہوتا ہے۔

بچپن

حضور بابائے قوم وملت کا بچپن اس شعر کا آئینہ دار تھا۔

بالائے سرش زہوشمندی

می تافت ستارہ بلندی

آپ عام لڑکوں سے بالکل الگ مزاج رکھتے تھے۔ بچپن سے ہی طرز عمل منفرد تھا۔ شب و روز کا اکثر حصہ خاموش رہ کر تجسس حق میں بسر فرماتے اور فراست و آگہی کا سرمایہ اکٹھا کرتے کبھی لہو لعب کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔

عام طور سے بچپن کا مزاج زمانہ کے طرز عمل سے لگ بھگ ملتا جلتا ہوتا ہے مگر بابائے قوم وملت کے بچپن کا لب لباب یہ ہے کہ زبان بند سادگی پسند کپڑوں پر پیوند حیال بلند عاجزی پسند تزکیہ نفس تقویٰ وطہارت غرض کہ تمام اوصاف کمالیہ کا جامع تھا۔

چہرہ مبارک بچپن سے ہی ایسا رعب دار تھا کہ اگر کوئی ایک نظر ڈالتا دوسری نظر ڈالنے کی ہمت نہ کرتا۔

تعلیم و تربیت

خاندان رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے آئینہ دار حضرت علامہ سید محمد علی شکوہ رحمۃ اللہ علیہ نے سعادت مند بیٹے کی تعلیم و تربیت کا عمدہ انتظام فرمایا۔ بابائے قوم وملت اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ پانچ سال کی عمر سے میری تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ قرآن پاک اور عربی فارسی کی ابتدائی کتابوں سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ اساتذہ کی شفقتوں اور بے پناہ محبتوں سے نو سال کی عمر میں گلستاں بوستاں اور اسی قبیل کی فارسی کی کتابیں ختم کرنے کے بعد جامعہ عربیہ مدار العلوم میں باضابطہ حصول علم کی تگ و دو میں مصروف رہا۔

میرے اساتذہ کی بیکراں محبتوں اور شفقتوں کے ساتھ ساتھ والد گرامی عمدۃ الصالحین قدوۃ الکاملین حکیم الامت والدین عارف باللہ حضرت مولانا سید علی شکوہ شکوہ صاحب مداری رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہات اور تربیت نے علمی ذوق کو بیدار کیا۔

تعلیمی دور ہی میں فن طب سے مجھے خاص دلچسپی اور لگاؤ تھا۔ گھر میں فن طب سے متعلق آبائی لائبریری میں جو بھی کتابیں دستیاب ہوئیں انہیں بغور پڑھا اور شاید یہ میرا آبائی ذہن ہے میرے شجرہ خاندانی میں فن طب اور شعر گوئی کا ذوق رکھنے والے بزرگوں میں ایسے ایسے برگزیدہ شعراء وحکماء کے اسمائے گرامی ملتے ہیں جنہوں نے طب وحکمت اور شعر و ادب میں کمالات حاصل کئے ہیں۔ حسن اتفاق سے مجھے جن اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا وہ بھی اسی قسم کا ذوق رکھتے تھے۔ قبلہ والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ فن طب کی تعلیم و تربیت باضابطہ زبدۃ الحکماء استاذ الاساتذہ علامہ مولانا حکیم سید ظہیر الحق صاحب جعفری مداری رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمائی اور بھی دیگر اطباء ہیں جن سے میں نے استفادہ کیا کانپور میں حضرت علامہ حکیم قبلہ علی احمد صاحب مدظلہ العالی سے استفادہ کیا۔ دہلی، علی گڑھ، حیدرآباد، دیوبند کے علاوہ الہ آباد بورڈ کے پرائیویٹ امتحانات میں شامل ہو۔ (حوالہ مکتوب ولی صفحہ ۱ تا ۲)

آپ کو حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تفسیر، نحو وصرف، منطق، ریاضی، فلسفہ، عروض و بلاغت طب وغیرہ علوم میں کافی مہارت حاصل تھی۔ ۱۶ سال کی عمر میں تمام علوم پر دسترس حاصل کر لی اور آپ کے علم وکمال کا شہرہ دور دور تک ہونے لگا۔

بڑے بڑے مسائل پل بھر میں آسان کر دینا بابائے ملت کا فضل وکمال تھا۔ بولتے تو علمی سمندر میں طوفان آتا اور خاموش ہوتے تو خاموش سمندر کی لہریں شرمندہ ہوتیں۔

زندگی کے عروج وزوال سے مطلب رکھا نہ دولت ومال سے۔ فکر وفن کا نقطۂ عروج یہ تھا کہ زندگی کا ہر لمحہ ادبی تہذیبی تمدنی علمی معاشرہ سے تزئین یافتہ تھا۔

بیعت وخلافت

حضور بابائے ملت کی عمر شریف ۶ سال کی ہوئی تو اس وقت آپ کے والد گرامی عارف باللہ حضرت قبلہ علامہ سید علی شکوہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے حلقۂ ارادت گنا مدھیہ پردیش کے موضع بڑکھیڑا میں لے گئے والد گرامی کی نظر کیمیا اثر اس سعید بخت بیٹے کی لوح تقدیر پر پڑی اور اچانک ایک مخصوص جگہ پر لے گئے اور شرف بیعت سے مشرف کر کے فیوض باطنی سے مالا مال فرمایا۔

یہ آپ کی پہلی بیعت تھی جس سے اسرار شریعت کے دروازے خود بخود کھل گئے۔

جاننا چاہئے کہ بڑکھیرا ایک بیابان صحرا تھا جہاں دہشتوں کا پہرہ تھا۔ ناامیدی کا بسیرا تھا۔ جگہ جگہ خوف وہراس کا ڈیرہ تھا۔ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت حکیم سید محمد علی شکوہ کا گذر اس سرزمین سے ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ اس زمین پر رونق وخوبصورتی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ بے آب وگیاہ بنجر جہاں فرح وطرب کی کوئی بوند بھی نہ برسی، جہاں غنچہ کھلا نہ کوئی کلی چٹکی چاند کی دودھیا چاندنی بکھیرتی تو اس زمین پر بے نور ہو جاتی۔ بہاریں خزاں بن کر اس زمین سے گذرتیں تھیں۔ حضرت علامہ سید علی شکوہ کی نظر رحمت پڑی اور اس زمین کی مقدر کی گرہیں کھلتی چلی گئیں۔

نرگس ولالہ کا فرش بچھا، رحمت الٰہی کا شامیانہ تنا، فرح وطرب نے جھوم کر برسنا شروع کیا، شب غم نے بسرا اٹھایا صبح امید نے چہرہ دکھایا۔

حرماں نصیبی اور بدبختی وہاں سے ہجرت کرنے لگی۔ حضرت علامہ علی شکوہ نے اپنے قدوم میمنت لزوم اس بے نور زمین پر رکھ دئے۔ خوش نصیبی کا سورج طلوع ہوگیا۔ تمام خطہ مرقع کمال ہوگیا۔ اس زمین کا نقشہ بدل گیا۔ یہ زمین انوار وتجلیات سے بھر گئی۔ خنک ہواؤں میں دلفریب بھینی بھینی مہک مشام جاں کو معطر کر گئی۔ خشکی وچٹیل میدانوں میں ابر سرسبز وشاداب جھوم کر برسنے لگا۔ غنچے چٹکنے لگے، پھولوں کی ہر روش سے مسرتوں کے چشمے ابلنے لگے، بہاریں خوشیوں کے جھولوں میں جھولنے لگیں۔

مدتوں کے سوئے گل اپنی رنگارنگ صورتوں کے ساتھ رنگین وتازہ ہتھیلیوں سے آنکھیں مل مل کر بیدار ہونے لگے۔ نظام قدرت کے عظیم تبدل سے علی شکوہ کی ولایت کا پتہ چلا۔ حضرت علامہ علی شکوہ نے اس زمین کو آباد کرنے کا فیصلہ لیا اور وہاں سے رخصت ہو کر اس زمین کے مالک کو منھ مانگی رقم دی پھر اپنے حلقہ ارادت سے مریدین لاکر آباد کرنے لگے اور دیکھتے دیکھتے پورا گاؤں آباد ہوگیا۔

بیعت ثانی

حضور بابائے ملت دوسری سال پھر اپنے والد گرامی قبلہ کے ساتھ اسی بڑکھیڑا گاؤں میں تشریف لے گئے۔ والد گرامی نے اسی مقام اسی جگہ اسی گاؤں میں اسی وقت اسی دن حضور بابائے قوم وملت کو شربت بیعت سے سرشار کردیا۔ یہ آپ کی دوسری بیعت تھی جس سے طریقت کے حجاب خود بخود کھلتے چلے گئے۔

بیعت ثالث

آپ کی بیعت ثالث کا بھی عجیب وغریب واقعہ ہے۔ مشائخ عظام فرماتے ہیں کہ ہم تقریباً بائیس نو جوان حضرت علامہ حکیم الامت صوفی ملت حکیم سید ظہیر الحق صاحب مداری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں طریقت وسلوک کے مراحل طے کررہے تھے۔ انہیں ایام میں محمد ولی شکوہ فن طب میں استفادہ کرنے کے لئے روز آتے تھے۔ ہم لوگ سلوک کے مراحل طے کرتے اور تصوف کے نکات پر گفتگو کرتے اور طریقت وحقیقت کے رموز واسرار سے آگاہی حاصل کرتے اور محمد ولی شکوہ صرف طب کی کتابیں پڑھتے اور اسی میں دلچسپی رکھتے تھے۔ اور تصوف وصوفیا کے حلقہ سے دور رہ کر طب وحکمت میں مشغول رہتے۔ ایک دن اچانک بابائے ملت کی زندگی میں ترمیم ہوگئی۔

ہوا یوں کہ شمیم گلزار حکمت واقف رموز حقیقت شیخ العصر حضرت علامہ حکیم الامت حکیم سید ظہیر الحق صاحب مداری رحمۃ اللہ علیہ نے بابائے قوم وملت کو غور سے دیکھا اور دیکھتے ہی رہ گئے۔ بیس بائیس نو جوانوں کے جھرمٹ سے جوہری نے ہیرے کو پہچان لیا اور فرمایا، اے ولی شکوہ! میں تمہارے اندر وہ جوہر دیکھ رہا ہوں جو امین راز وحدت ہے، وہ گوہر دیکھ رہا ہوں جو حامل اسرار معرفت ہے اور وہ دل دیکھ رہا ہوں جو اہل دل اہل نظر اہل محبت کا مرجع ہے۔ لہٰذا اے ولی شکوہ! آج میں تمہاری امانت تم کو واپس کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کی شکل میں معرفت کے خزانوں کی کنجیاں رکھ دوں، ہونٹ بڑھاؤ میں جام حقیقت کے چند قطروں سے سرشار کردوں۔ حضور بابائے ملت نے عرض کیا، حضور میرے والد گرامی مجھ کو دوبار بیعت کرچکے ہیں۔ حضرت علامہ حکیم سید ظہیر الحق صاحب نے فرمایا، اے ولی شکوہ! دوبار بیعت کرکے شریعت وطریقت کے راز سربستہ کھولے گئے اور میں تیسری بیعت کرکے تمہاری روحانیت میں وہ جوہر رکھنا چاہتا ہوں جو مجھے اپنے مشائخ سے بطور امانت ملا۔ جس کا امین میری نگاہیں تمہیں دیکھ رہی ہیں۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت علامہ حکیم سید ظہیر الحق صاحب نے بابائے ملت کو شرف بیعت سے مشرف کیا اور فرمایا کہ میرے پاس ایک امانت خاص الخواص کی ہے۔ اگر میں تمہیں اس کا بھی اہل دیکھوں گا تو ضرور دے دوں گا۔ تیسری بار بابائے قوم وملت حضرت علامہ سید ظہیر الحق صاحب قبلہ مداری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوگئے۔ تیسری بیعت سے بابائے ملت کی زندگی میں عجیب بھونچال آگیا۔ آپ نے طب وحکمت کے بجائے شریعت کے سمندر میں طریقت کا غوطہ لگا کر معرفت کا صدف تلاش کیا تاکہ حقیقت کا گوہر ملے اور جلدی جلدی سلوک کے بحر ناپید کنار کو عبور کرلیا اور آج زمانہ انہیں شیخ محترم کے لقب سے جانتا پہچانتا اور مانتا بھی ہے۔

■ ■ ■

حضرت امام حسن علیہ السلام

امت کو انتشار سے بچانے کیلئے جس نے سب کچھ قربان کر دیا

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پیغمبر اسلام کے بڑے نواسے تھے اور جمال وکمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے پرتو سے وہ ایسے وقت میں پیدا ہوئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لا چکے تھے اور اصحابِ کبار اور دوست دارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اضافہ ہو چکا تھا۔ مشرکین مکہ، کفارِ عرب اور دشمنِ اسلام کو کئی بار شکست ہو چکی تھی۔ ایک گو وہ اطمینان وسکون حاصل ہو چکا تھا۔ اس لیے پہلے مولود جس کی خوشی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے منائی تھی یہی تھی۔ اس لئے آپ کی پیدائش کی خبر سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت الشرف میں تشریف لائے اور انتہائی عسرت کے عالم میں اسابنت عمیس سے نومولود کو اپنی گود میں لے لیا۔ پار کیا۔ جناب امیر سے دریافت فرمایا ”کیا تم نے کچھ نام تجویز کیا“ آپ نے جواب دیا۔ ”حضور کی موجوگی میں میں کیسے نام رکھ سکتا ہو“ آپ نے فرمایا یا علی خدا نے تمہیں ہارون کی منزلت عطا فرمائی ہے۔ اس لیے جو نام فرزند ہارون کا تھا یعنی شبر وہی نام اس مولود کا رکھا جائے گا۔ شبر کا ترجمہ حسن ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ابو محمد قرار دی۔ آپ کے القابات جن میں آپ مشہور ہیں۔ سید سبد اوّل، امین، حجت، بر، تقی، زکی، زاہد، طیب، اثیر امام مسموم ہیں۔ آپ کی ولادت کے ساتویں روز رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈھا منگوایا اور قربانی کے وقت یہ دعا پڑھی۔ ”بار الٰہا یہ عقیقہ حسن کی طرف سے ہے، اس کا خون حسن کے خون کی طرف سے، اِس کے بال حسن کے بالوں کی طرف صدقہ ہیں۔“ جب قربانی سے فرصت ہوئی تو نو مولود کے سر کے بال اتروائے۔ جتنے بال اترے اس کے برابر چاندی تول کر تصدق فرمائی چونکہ اسماء نے قابلہ کے فرائض سرانجام دیے تھے اس لیے پائے اور بطور انعام ایک درہم اس کو مرحمت فرمایا۔

حلیہ مبارک: رنگ سرخ سفید، پیشانی کشادہ اس پر سجدوں کے نشان، آنکھیں بڑی، پتلی سیاہ، رخسار بھرے۔ ہونٹ پتلے، داڑھی گھنی، سینہ چکلا، بال گھونگھریالے، قدمیانہ، اپنے عہد میں بے حد حسین تھے۔ کوئی دوسرا ثانی نہ تھا سر سے سینہ تک اپنے نانا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور سینہ سے ناخن تک اپنے پدر بزرگوار علی مرتضیٰ سے مشابہ تھے۔ آپ ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے تھے جس میں قرآن اترا اور جس کے گھر والے اپنے اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ کے علاوہ عبادت، ریاضت، علم وحلم، شجاعت وسخاوت میں بے مثل وبے نظیر تھے۔ علم وعمل ہر وقت آپ کے مرغوب مشاغل تھے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش کے سبب ایک جید عالم اور کامل عبادت گزار بن چکے تھے۔ ننھیال میں حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جن کے پاس جا کر وحی والہام ربانی کی باتیں

سنتے۔ معرفت کے آئین سیکھتے۔ ددھیال میں اپنے بزرگوار سے گھوڑے کی سواری، تلوار چلانا، نیزہ بازی، کشتی لڑنا اور فن سپاہ گری کے طریقوں کی مشق کرتے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ سے چند ماہ چھوٹے تھے دونوں بھائی پیار اور حبت کے ساتھ رہتے، ساتھ ساتھ تعلیم حاصل کرتے، نانا کے پاس جاتے یا باپ کے پاس۔ جب حضرت علیؓ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو اس وقت امام حسینؓ کا سن مبارک ۳۲۔ ۳۳ سال کا تھا۔ عہد خلافت میں والدؓ کے پاس رہتے یہی وہ درسگاہیں تھیں جہاں علوم ورسالتؐ و امامت کا درس لیتے تھے۔ آپ کا دل ابتداء عمر سے ہی نورانی نفوس پاکیزہ، زبان سچی، ذہن خداداد، عقل کامل، سیرت مقدس فطرت مبارک تھی۔ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا آپ کی عمر تقریباً آٹھ سال تھی مگر پوچھنے والوں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک دریافت کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے الفاظ میں پوری تصویر کھینچ دی۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو اپنے فرزند کے کمالات علمی دیکھ کر چند اُمور سپرد فرما دیئے تھے، قضایا کا منصب، بیت المال کی نگرانی، حقوق مسلمین کی نگہداشت، مہمان نوازی، جنگ صفین میں اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ میں جانے سے روکا لیکن امام حسن رضی اللہ عنہ اصرار کر کے شریک ہوئے اور کئی دن تک میدان کارزار میں شریک رہے۔ جنگ نہروان میں فرقہ خوارج سے لڑنا پڑا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شریک ہوئے۔ ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ میں جب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسجد کوفہ میں شہید ہو گئے تو مسلمانوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ منتخب کیا۔ اس وقت تقریباً چالیس ہزار مسلمانوں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"لوگو! آج رات کو تمہارے درمیان سے وہ شخص اٹھ گیا جس کی مثال نہ اگلوں میں تھی اور نہ بعد میں ملے گی۔ جس نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ اپنی جان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر رکھی تھی۔ میدان جنگ سے اس وقت تک نہ ہٹتے تھے جب تک خدا ان کے ہاتھ پر فتح نہ دیدے۔ اس رات کو اس بہادر بے مثل نے وفات پائی۔ یہی رات ہے جس میں عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے۔ یوشع بن نون، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انتقال فرمایا تھا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" لوگو!

دنیا فتنہ وفساد کی جگہ ہے۔ اس کی ساری نعمتیں زائل اور منتقل ہونے والی ہیں۔ خدا نے ہمیں دنیا کے حالات سے مطلع کیا ہے۔ جزا وسزا کا وعدہ کیا ہے تاکہ ہم عبرت حاصل کرتے ہوئے ظلم وفساد سے بچتے رہیں۔ قیامت کے دن ہم سے باز پُرس نہ ہو۔ تم لوگ اس ناپائیدار چند روزہ دنیا سے محبت نہ رکھو۔ اپنے ارادوں کو صرف نیکیوں کے لیے وقف کر دو۔ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے حالات تم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ تم نے ان کا حسنِ معاشرت اور حلم دیکھا ہے خوب جانتے ہو کہ اپنی زندگی میں تم لوگوں کے ساتھ کس طرح بسر کی اور جب وقت آپہنچا تو تسلیم ورضا کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا اور اپنے اہل بیت چھوڑ گئے۔ میں حسن بن علی ابن ابی طالب ہوں۔ تم نے میری بیعت کر لی ہے تو میں ظاہر وباطن سختی ومصیبت میں تمہارا ساتھ دوں گا بشرطیکہ تم لوگ بھی میرے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کرو جس کے ساتھ میں جنگ کروں، تم بھی جنگ کرو، جس سے میں صلح رکھوں اُس سے تم بھی صلح رکھو، آلِ محمد کا کوئی فرد بھی دنیا کے جاہ وحشمت، حکومت واقتدار کا فکر مند نہ تھا۔ اِن حضرات کو تو سوائے رضائے الٰہی کے کچھ ضرورت نہ تھی۔ اس لیے مسلمانوں کو باہم دست وگریباں ہونے سے بچانے کی خاطر امیر شام کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو کر مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ تحقیق سے صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ کوفے سے واپس آ کر دس سال مدینہ میں قیام فرمایا۔ احتیاط کے ساتھ شرائط صلح پر عمل فرمایا۔ عوام کی اصطلاح، دین خدا کی تبلیغ، گم کردہ راہِ مستقیم انسانوں کو صراط

مستقیم پر گامزن ہونے کی ہدایت فرماتے رہے شدید مصائب کے باوجود خاموشی کے ساتھ تعلیم وترویج دین اسلام میں مصروف رہے۔ اپنے نانا کی سیرت وکردار کو اپنے قول وفعل سے اجاگر فرماتے۔ آپ کی شہادت زہر دینے کی وجہ سے ہوئی۔ آپ کو تین بار زہر دیا گیا۔ تیسری بار زہر اتنی شدت کا تھا کہ آپ زندہ نہ رہ سکے۔ آپ شدتِ زہر سے بے چین تھے کہ جنارۃ ابن امیہ آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوا۔ دیکھا سامنے طشت رکھا ہوا ہے اور حضرت اپنے جگر کے ٹکڑے اس میں اگل رہے ہیں۔ اس نے عرض کیا مولا! آپ اپنا علاج کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا۔ ''اے بندۂ خدا کوئی شخص موت کا علاج بھی کرتا ہے۔ ۲۸ صفر المظفر ۴۹ھ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

عفو وکرم اور حلم وبردباری جس گھر کی لونڈی اور فیاضی جس کے گھر کی باندی تھی۔ ان خاندانی اوصاف وکمالات سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی سیرت مقدسہ بھی عبارت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ان کمالات میں ضبط وتحمل اور بردباری کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ جب سے امیر شام سے صلح کر کے خلافت سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اس وقت سے خوارج آپ رضی اللہ عنہ کے شدید دشمن ہو گئے تھے۔ اس لیے آپ کی شان میں گستاخانہ الفاظ اور اہانت آمیز کلمات اکثر وبیشتر کہتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک بار ان میں سے ایک شخص نے کسی کے ذریعے چند فحش اور گستاخانہ باتیں کہلا بھیجیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ تکلیف دہ کلمات سن کر صرف اتنا کہا کہ اس سے کہہ دینا کہ ''بخدا! میں تمہیں گالیاں دے کر تمہارے دامن پر سے دشنام دہی کا داغ مٹانا نہیں چاہتا۔ ایک روز ایسا بھی آنے والا جب ہم دونوں خدا تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے۔ تم نے جو کچھ کہا ہے اگر وہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ تمہاری صدق گوئی کا اجر تمہیں دے گا۔ اور اگر تم نے جھوٹ بولا ہے تو پھر وہ منتقم حقیقی ہے۔''

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک شخص شام سے مدینہ آیا اور بیان کیا کہ ایک نازک اندام شخص عربی راہوار چلا جاتا تھا۔ میں نے اپنی عمر میں ایسا خوب صورت سوار دیکھا تھا۔ اس کے گھوڑے کی ٹاپیں میری روح کو پامال کرتی چلی گئیں۔ جب میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما ہے مجھے ان دونوں کا نام سن کر غصہ آیا۔ اور حد کے شعلہ نے مجھے سرتا پا جلا کر خاکستر کر دیا۔ علی رضی اللہ عنہ کا فرزند ایسا ہو گیا۔ میں وہاں سے لپکا اور راہ میں ان کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا۔ ''اے سوار! تو علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے؟'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ''ہاں'' سو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت بری باتیں سنائیں۔ مگر واہ رے تحمل، جب تک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا رہا آپ چپکے کھڑے سنتے رہے، جب میں کلام پورا کر چکا تو آپ نے ہنس کر فرمایا۔ ''شاید تو مسافر ہے اور شام سے چلا آتا ہے'' میں نے کہا۔ ''ہاں'' فرمایا۔ ''میرے ساتھ گھر چل تاکہ تیری مہمان نوازی میں مشغول ہوں اور اگر تیری کوئی حاجت ہو تو اسے پورا کر دوں۔'' یہ سن کر وہ نہایت شرمندہ ہوا اور ان کے مکارم اخلاق اور حسنِ عادات سے بے حد متعجب ہوا۔ اس کلام نے میرے دل کو موہ لیا کہ میں ضبط نہ کر سکا اور بے اختیار آپ رضی اللہ عنہ کے حلقۂ اطاعت میں شامل ہو گیا۔

ایک روز امیرِ شام نے ایک شخص سے امام حسن رضی اللہ عنہ کے مشاغل کے بارے میں دریافت کیا اس نے بیان کیا کہ حضرت فجر کی نماز پڑھ کر طلوع آفتاب تک مصلی پر بیٹھے رہتے۔ اور وظائف واوراد میں مشغول رہتے ہیں۔ اس کے بعد سہارے سے بیٹھ جاتے ہیں اور ملاقاتیوں سے ملتے ہیں، جب کچھ دن چڑھ جاتا ہے تو چاشت کی نماز ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد امہات المؤمنین رضی اللہ عنہا سے ملاقات کرنے جاتے ہیں۔ پھر گھر آتے ہیں اور کچھ دیر کے بعد (کھانا کھا کر) پھر مسجد کو چلے جاتے ہیں۔

☆☆☆

دارالنور مکن پور شریف سے فیض یافتہ

حضرت

سید بابا رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد اعظم

اپنے دور کے قطب اور فیض رساں

ولیٔ کامل عارف باللہ حضرت سید علی الملقب سید بابا رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے قطب وقت اور فیض رسانِ خلق گزرے ہیں۔ موصوف سلسلۂ عالیہ مداریہ سے نسبت رکھتے ہیں۔ ہندوستان کے مشہور شہر کولکاتہ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید حیات علی اور والدۂ معظمہ کا نام ...... فاطمہ تھا۔ آپ کا خاندان محلہ خضر پور کلکتہ میں ہمیشہ باعظمت سمجھا گیا۔

آپ کی ابتدائی تعلیم والد محترم کے زیر سایہ ہوئی والد کے انتقال کے بعد والدۂ محترمہ نے مدرسہ میں داخل کرایا۔ یہاں آپ نے اساتذہ کی خدمت میں رہ کر علوم کی تحصیل فرمائی۔ علوم ظاہری کی تحصیل سے فراغت کے بعد علوم باطن کی طرف متوجہ ہوئے۔

آپ کا اسم گرامی سید علی ہے۔ اک عمر متاہل زندگی گزارنے کے بعد جب آپ نے تجرید وترک کی زندگی اختیار کی اور مخلوقِ خدا پر آپ کا فیضان ہوا تو عوام وخواص آپ کو سید بابا کہنے لگے۔ اور آج تک حضرت اسی لقب سے مشہور چلے آئے ہیں۔

تحصیل علوم ظاہری کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے شادی فرمادی۔ آپ سے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئی۔ بڑے صاحب زادے کا اسم گرامی سید اکبر علی اور پسر اصغر کا اسم پاک اصغر علی اور صاحبزادی کا نام تسکین فاطمہ تھا۔ سید اصغر علی لاولدر ہے۔ اور سید اکبر علی سے آپ کی نسل چلی۔

حضرت سید بابا تلاشِ حق کے جذبہ سے متاثر ہو کر مشاہدۂ حق میں اس قدر مست وبیخود ہوئے کہ اپنی بھی خبر نہ رہی ؟ ب ہوش آتا نعرۂ حق بلند کرتے اور پھر مشاہدۂ حق میں گم ہو جاتے۔ ایک عرصہ انہیں کیفیات میں گزارا۔ مگر منازلِ سلوک کی حدیں نہ مل سکیں۔ آپ نے منازلِ سلوک ومعرفت طے فرمانے کے لئے ایک مرشد کامل کی اشد ضرورت محسوس کی نتیجتاً وطن عزیز کو خیرباد کہا۔ متعدد خانقاہوں پر حاضری دی اور مشائخین کرام کی صحبت میں رہے مگر کہیں بھی تسکین قلب وروح نہ ہوئی۔ خدا پر شاکر رہے۔ نہ مایوس ہوئے اور نہ ہمت ہاری۔ حالت سفر میں کسی بزرگ نے حضرت سید بدیع الدین قطب الاقطاب قطب المدار رحمۃ اللہ علیہ کے آستانۂ عالیہ پر حاضری کا اشارہ فرمایا کہ سید علی وہیں تمہارا حصہ ہے۔ خواب سے بیدار ہوتے ہی بیتابانہ صعوبت سفر برداشت کرتے ہوئے دارالنور مکن پور شریف پہونچ کر حاضر آستانہ حضرت قطب المدار ہوئے۔ روضۂ مقدسہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو دیر تک مزار اقدس کی جالیوں کے نزدیک مراقب رہے۔ دل کو حقیقی سکون نصیب ہوا۔ اور آپ نے سمجھ لیا

کہ میری آرزوؤں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

حضرت خواجہ محمود ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے امام روحانیت اور سلسلۂ مداریہ کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت سید بابا ان کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ خواب میں جو اشارہ ملا تھا اس کی تکمیل ہوئی۔ سید بابا نے اپنی طلب وارادت کی خواہش ظاہر فرمائی۔

حضرت خواجہ سید محمود نے حضرت سید بابا کی طلب صادق کو دیکھ کر اور انہیں پابند شریعت مطہرہ پا کر حلقۂ ارادت میں داخل فرمایا۔ اور نسبت خاندانی "طیفوریہ مداریہ" سے سرفراز فرما کر خلافت عطا فرمائی۔ خاندانِ عالیہ مداریہ کے اوراد واعمال واشغال واذکار تعلیم فرمائے۔ اور اپنی نگرانی میں ان کی تکمیل فرمائی۔ اور ہدایت فرمائی کہ جو امانت پیران سلاسل کی تمہیں ودیعت کی گئی ہے اس کی حفاظت تم پر فرض ہے۔ خدمت خلق کا جذبہ خدائے تعالیٰ کو محبوب ہے، اللہ کی مخلوق سے حسن سلوک لازم ہے۔ اس لئے کہ ان میں بیشتر اہل نجات ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بدولت ہم جیسوں کا بھی اہل نجات میں شمار کر لیتا ہے۔ اپنے علم وفن پر فخر بے سود ہے، بحث ومباحثہ کو شعار نہ بنالینا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جس قوم سے ناخوش ہوتا ہے اس پر بحث کا دروازہ کھول دیتا ہے اور عمل کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔ منازل سلوک میں حرج واقع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وطن جانے کی اجازت عطا فرمائی۔ حضرت سید بابا نے عرض کیا حضور کلکتہ بہت بڑا شہر ہے۔ وہاں علمائے ظاہر وباطن بہت ہیں۔ ان کے درمیان ہمارا کیا مقام ہے حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں وہاں کے لیے مخصوص فرمالیا ہے۔ باری تعالیٰ تمہیں وہاں امتیازی شان عطا فرمائے گا۔

ہدایت مرشد کے مطابق حضرت سید بابا رحمۃ اللہ علیہ دارالنور مکن پور شریف سے رخصت ہو کر وطن پہونچے مکان میں داخل ہو کر والدہ ماجدہ کے قدم بوس ہوئے۔ ماں کی آنسوں میں ازراہِ شفقت آنسو آ گئے۔ سفر کے حالات دریافت کئے۔ کامیابی وکامرانی کی دعائیں دیں۔ وطن پہونچنے کی خبر جب عام ہوئی تو آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لئے جوق در جوق خلق خدا کا ہجوم ہونے لگا۔ مرشد کی نسبتوں کا آپ پر ایسا اثر ہو چکا تھا کہ آپ کے حالات یکسر بدل گئے تھے۔ اکثر حضرات آپ کو پہچان نہ سکے۔ دل میں محبت رسول کے انوار تھے اور روح میں عشق الٰہی کی تڑپ آپ کے گفتار سے ظاہر تھی۔ مرشد کی روحانی توجہ اور ہدایت کے اثرات رنگ لائے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں منازلِ سلوک طے ہو گئیں۔ آپ کے کشف وکرامات کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھنے لگا۔ سرزمین بنگال کے صاحبانِ علم ودانش اور مہروان معرفت آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور آپ کی خدمت میں فیوض وبرکات حاصل کرنے لگے۔

حضرت سید بابا رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا وصال تو بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ آپ کی والدہ معظمہ نے بڑی مشقتوں سے آپ کی پرورش اور تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا۔ عمر طویل ہو چکی تھی اچانک علیل ہو گئیں اور علاج کے باوجود روبہ صحت نہ ہو سکیں۔ داعیٔ اجل کو لبیک کہنے سے پہلے حضرت سید بابا رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا۔ تم نے میری بڑی خدمت کی ہے میں تم کو خدائے تعالیٰ کے سپرد کرتی ہوں کہ پروردگار عالم تمہیں دارین میں سربلندیاں عطا فرمائے اور نعمت عرفان سے مالامال کرے۔ یہ دعا فرما کر ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ماں کی شفقتوں سے محرومی کا صدمہ جانکاہ ہوا مگر حضرت کے استقلال میں فرق نہ آیا۔ مرضی الٰہی پر صابر وشاکر رہے۔ ماں کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات کو بلند فرمایا اور آپ قطب وقت کے درجہ پر فائز ہوئے جو مدارج ولایت میں بہت بلند مقام ہے۔

آپ کشف وکرامات اور اپنے زمانہ کے قطب تھے۔ بظاہر کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ البتہ شہر میں چند مکانات تھے۔ جس

کے کرایہ پر قانع زندگی گزارتے تھے اور شکر تعالیٰ ادا کرتے تھے۔ دنیا کو فانی سمجھ کر اس سے بے نیاز رہتے تھے۔ تمام عمر سادگی وتوکل میں بسر ہوئی۔ علمائے کرام، مشائخ عظام اور تمام مہمانوں کی بیحد تواضع فرماتے تھے۔ عبادت وریاضت زہدوتقویٰ علم وبردباری میں یکتائے روزگار تھے۔ کمالات ظاہری میں بے نظیر نام ونمود سے نفرت کرتے اور فقر وفاقہ پسند فرماتے تھے غربا ومساکین کی ہر طرح خدمت کرنا اپنا فرض عین سمجھتے تھے۔ اور بلند امتیاز خواص وعوام سے حسن وسلوک سے پیش آتے تھے۔ ساری عمر مجاہدہ ومجادلہ میں گزاری۔ حقائق ومعارف کی وہ باتیں بیان کرتے تھے کہ اہل عرفان کو حیرت ہوتی تھی۔ فرائض وواجبات، سنن مؤکدہ اور نماز تہجد پابندی سے ادا کرتے تھے۔ اور نوافل کی کثرت فرماتے تھے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات سے مشرقی ومغربی بنگال میں دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلسلۂ مداریہ کی بیحد اشاعت ہوئی۔ آج بھی صوبہ جات بہار وبنگال میں سلسلہ عالیہ مداریہ کے لاکھوں حلقہ بگوش نسبت روحانی سے مالا مال نظر آتے ہیں۔ ان کی خدمت اقدس میں ہر مذہب وملت کے افراد اپنی اپنی حاجتیں پیش کرتے تھے۔ نامراد آتے اور بامراد واپس جاتے تھے۔ آپ جس کے لئے بھی جو دعا فرماتے پروردگار عالم اسے شرف قبولیت سے نوازتا تھا۔

ایک بار بنگال میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط کے آثار نمودار ہوئے۔ فصلیں تباہ ہوگئیں۔ غلہ کمیاب بلکہ نایاب ہوگیا۔ مخلوق خدا فاقوں سے مرنے لگی۔ شہر کے لوگ مجتمع ہوکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بارش کے لئے پروردگار عالم سے دعا کرنے کی درخواست کی کہ مخلوق خدا کو پریشان دیکھ کر آپ کی روح تڑپ اٹھی۔ آپ نے یہ کہہ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے کہ اے خالق کائنات تو ہمارا خالق ومالک ہے تو نے ہم کو اپنی مرضی سے پیدا فرمایا۔ ہماری مرضی سے نہیں ہمارا ظاہر وباطن تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ تو خوب جانتا ہے کہ میں ایک گنہ گار بندہ ہوں احساس شرمندگی وندامت کا بوجھ لئے تیرے در پر حاضر ہیں۔ اپنی مخلوق پر رحم کر اپنے محبوب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں بارانِ رحمت نازل فرما۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا۔ بارش ہونے لگی۔ اور ایسی دھواں دھار بارش ہوئی کہ لوگوں کو گھر جانا دشوار ہوگیا۔ بنگال کا سارا علاقہ سیراب ہوگیا۔ لوگ خوشی خوشی آپ کے قدمبوسی ہوکر واپس ہوگئے۔ سارے بنگال میں آپ کے فضل وکمال وبزرگی کی شہرت عام ہوگئی۔

پروردگار عالم جنہیں اپنا محبوب اور دوست بنالیتا ہے انہیں دوسری مخلوق پر امتیازی شان عطا فرمانے کے لئے کچھ ایسی مافوق الفطرت طاقتوں کا مالک بنا دیتا ہے جو عوام الناس کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ انہیں طاقتوں کا ظہور جب انبیاء کرام سے ہوتا ہے تو وہ معجزہ کہلاتا ہے اور جب کسی ولی کامل سے یہ ظاہر ہوتی ہیں تو کرامت کہلاتی ہیں۔

ایک مرتبہ آپ کا ایک عقیدتمند چند سال آپ کی خدمت میں رہا لیکن اس کے حالات وکیفیات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ایک دن دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ اگلے دور کے ایسے باکمال بزرگ نظر نہیں آتے۔

سید بابا رحمۃ اللہ علیہ پر یہ بات منکشف ہوگئی۔ آپ نے فرمایا کہ آج بھی ایسی ہستیاں موجود ہیں جن کی ذرا سی توجہ سے ولایت کا مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے۔ یہ بات منہ سے نکلی تھی اسی وقت اس عقیدتمند کے حالات میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی اور اعلیٰ مرتبہ ومقام کا حامل بن گیا۔

ایک بنگالی سحر وساحری وکہانت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ ایک روز آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر کہنے لگا۔ کچھ کمال میں اپنا دکھاؤں اور کچھ کمال آپ اپنا دکھایئے۔ آپ کو اس کی یہ گستاخی ناگوار گزری اور آپ نے اس کے ساحرانہ کمالات سلب کر لیے۔ وہ دیوانہ وار جنگلوں میں پھرتا رہا۔ مجبور ہوکر آپ کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی گستاخی کی معافی چاہی۔ افعال بد سے توبہ کی اور آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوا۔ آپ نے اس کا نام نصر اللہ رکھا۔

ایک دن آپ کی خدمت میں ایک ضعیفہ زار وقطار روتی ہوئی حاضر ہوئی۔ عرض کی کہ میرا ایک ہی بچہ ہے جو عرصہ سے بیمار ہے آخری سانسیں گزار رہا ہے خدا کے لئے آپ توجہ فرمائیں تو مجھے یقین ہے کہ میری ضعیفی کا سہارا دنیا میں دائم وقائم رہے گا۔ ضعیفہ کی مایوسی وخستہ حالی پر آپ کو ترس آیا۔ مکان پر تشریف لے گئے۔ لڑکا موت کی ہچکیاں لے رہا تھا آپ نے بارگاہِ رب العزت میں اُس کی صحت کے لئے دعا فرمائی۔ چند ہی لمحے گزرے تھے کہ لڑکا صحت یاب ہوا اور ایسا ہو گیا جیسے کبھی بیمار تھا ہی نہیں ضعیفہ کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا لڑکا اٹھ کر قدموں پر گر پڑا۔

ایک دن آپ کے پاس ایک سادھو آیا۔ آپ دریا کے کنارے تشریف فرما تھے۔ سادھو نے آپ کی خدمت میں ایک چھوٹی سی شیشی پیش کی۔ آپ نے دریافت کیا اس میں کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس میں اکسیر ہے اور اس اکسیر کی صفت یہ ہے کہ اس کو تانبہ پر لگا دیا جائے تو تانبہ سونا بن جائے۔

سید بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اس اکسیر کی شیشی کو ندی میں ڈال دیا اور فرمایا کہ انسان تو خود ایک اکسیر ہے کسی دوسری اکسیر کی تدبیر کرنا انسان کی توہین وتحقیر ہے۔ سادھو کو بہت رنج ہوا۔ اور کہنے لگا آپ نے میری تمام عمر کی محنت ضائع کر دی۔ آپ نے سادھو سے دریافت کیا کہ اکسیر کیسی ہوتی ہے جواب دیا جیسی خاک ہوتی ہے۔ آپ نے دریا کی ریت اٹھا کر فرمایا ''دریا کی ریت بھی اکسیر ہے۔ لے جاؤ اور سونا بناؤ''۔ سادھو کو یقین نہیں آیا لیکن اس نے آزمائش کے لیے دریا کی ریت اٹھا کر تانبہ پر ملی تانبہ سونا بن گیا۔ سادھو آپ کی یہ کرامت دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اور آپ کی خدمت میں رہنے لگا۔ آپ کی صحبت کے اثر سے درجۂ کمال کو پہونچا۔

نورانی اقوال

فرمایا طالب صادق وہ ہے جو اپنے قلب وروح کی حفاظت کرے۔ فرمایا عشق ہر شئے کو اپنے اصل کی جانب رجعت کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ فرمایا عشق کے بغیر تمام موجودات کو فنا اور عشق کے ساتھ تمام موجودات کو بقا لازم ہوتی ہے۔ فرمایا زندہ وہ ہے جس کا کوئی نفس یادالٰہی سے غافل نہ ہو۔ فرمایا مردانِ خدا وہ ہیں جو صفات باری تعالیٰ سے متصف ہو۔ فرمایا فقیر کی دولت دنیا کی ہر شئے سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

حضرت سید بابا کا سن ولادت ۱۰۳۶ھ ہے۔ ہندوستان پر شاہجہاں کی حکومت تھی اور جب آپ منصب ولایت پر فائز ہوئے تو اورنگ زیب کی حکومت تھی۔ اورنگ زیب چونکہ سرکار قطب المدار سے خصوصی نسبت تھی آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ جب حضرت کے وصال کی خبر عاملان بنگال کو ہوئی تو جہاں لاکھوں بندگان خدا کا اژدہام تھا وہاں عاملان حکومت بنگال بھی تجہیز وتکفین میں شریک تھے۔

جب آپ کا وقت وصال آیا تو آپ نے اپنے صاحبزادے سید علی اکبر کو اپنا جانشین مقرر فرما کر ہدایت کی کہ خدمت خلق برابر کرتے رہنا اور وہ نعمات جو دربار قطب المدار سے مجھے عطا ہوئی تھیں اور جنہیں میں تمہیں تفویض کیے جا رہا ہوں ان کی حفاظت کرنا اور سلسلہ عالیہ مداریہ کی ترویج واشاعت میں بہ دل کوشاں رہنا اور حاضری آستانہ کو اپنا فرض منصبی سمجھنا۔ یہ کہہ کر آپ نے کلمہ پڑھا اور جان جانِ آفریں کو سپرد فرمادی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت کا وصال مبارک ۲۷ جمادی الاول ۱۱۱۸ھ میں ہوا۔

■ ■ ■

عورت کے چہرے سے نقاب الٹنے کے بعد

ڈاکٹر سید نورالحق حیدرآباد دکن

(۱۹۵۶ئ کی تحریر)

جہان بارے چہ خوش ہنگامہ دارد
ہمہ رامست یک پیانہ کردی

کس قدر سرد گرداں اور اُداس اُداس رہتی آدم کی دنیائے حیات اگر حوا کا حسن و جمال اس میں محبت بن کر نہ سما جاتا عورت؟ مصور ازل کی ایک دلکش تصویر، احساسات زندگی، گلزار ہستی کا وہ شگفتہ پھول جسے تکوین کائنات سے آج تک کسی دور میں مرجھانا نہیں آیا، اگر عورت ایک طرف جسمانی اعتبار سے کمزور رہوتی ہے تو دوسری طرف اس میں احساس کی محبت کی شدت ہوتی ہے۔ اسی لئے عورت کی نفسیات کا گہرا مطالعہ کرنے والوں نے کہا ہے کہ "عورت زندگی میں صرف ایک بار محبت کرتی ہے۔" اور جب وہ کسی سے بھی محبت کرکے ناکام ہوتی ہے تو گو اس کی مجروح محبت، کسی اور طرف اپنی نظریں نہیں پھیرتی، مگر دوبارہ اس کی محبت میں پہلا سا غلو اور والہانہ پن بھی نہیں پیدا ہوسکتا۔ جب وہ محبت کرتی ہے تو پھر اس کی وفا آشنا محبت بیوفائی کی آلودگیوں سے یکسر دور ہوجاتی ہے۔ وہ اپنے محبوب پر اپنی حیات عزیز کو لٹانے سے کبھی دریغ نہیں کرتی، مگر یہ سب کچھ صرف اسی وقت ہوتا ہے، جب اس کی محبت میں وفا سموئی ہو، دنیا کے اسٹیج پر عورت مختلف روپ میں انسانیت کے سامنے اُجاگر ہے اور ہر روپ سے ایک مستقل زندگی وابستہ ہے، جب عورت ماں کی روپ میں ہوتی ہے، تو اولاد کے حق میں اس سے زیادہ محبت کرنے والا کوئی نہیں ہوتا اس کے دل کی دھڑکنوں سے ماں کی مامتا اُبھی ہوتی ہے، پھر وہ اپنی ایسی اولاد کو بھی سینے سے لگالیتی ہے جس کو دنیا اس کی بدکرداریوں کی وجہ سے نفرت وحقارت کی نظروں سے دیکھتی ہے اور ایسی اولاد کو بھی جس کے لئے دنیا کی محبت اور پیار کے سارے راستے مفقود ہوجاتے ہیں، جب عورت ماں بنتی ہے تو محبت کی اس انتہا تک پہنچ جاتی ہے جہاں تک کوئی دوسرا اگز نہیں سکتا، اور یہ وہ انتہا اور بلندی ہے جہاں عورت صرف ماں بن کر ہی پہنچ سکتی ہے اس کے بعد جب عورت ایک بیوی کے روپ میں مرد کے سامنے آتی ہے تو مرد عورت کے دل کے ہر گوشہ میں، اس کی ہمدردیاں، اس کی محبت اور اس کی وفا کو محسوس کرتا ہے، وہ مرد کی ہمراز، مونس وغمگسار بن کر سامنے آتی ہے، اگر مرد کی زندگی میں عورت اور اسی طرح عورت کی زندگی میں مرد شامل نہ ہوتا، تو بلاشبہ حیات انسانی اداس، مغموم اور سرگرداں رہتی اور دونوں اپنی زندگی میں ایک یقینی وہمہ وقتی چبھن محسوس کرتے، عورت کو اسی لئے رفیقۂ حیات کہا جاتا ہے کہ وہ مرد کی زندگی کے کسی موڑ پر بھی وفا کے دامن کو ہاتھوں سے چھوٹنے نہیں دیتی۔

تاریخ کی ورق گردانی آپ کو بھی بتائے گی کہ جب مرد مرجاتا ہے تو عورت اس کے ساتھ اپنی زندگی کو آگ کے شعلوں سے لپٹ کر ختم کردیتی تھی، عورت کی محبت مرد کو مسکرانا سکھاتی ہے، جب عورت اور مرد دونوں ایک دوسرے پر محبت

بھری نظریں ڈالتے ہیں تو مصائب و آلام کے گمبھیر اندھیرے اس تنویر محبت میں کافور ہو جاتے ہیں اور پھر خالق کائنات کے یہ بنائے ہوئے کھلونے ایک دوسرے سے کھیل کر اپنی حیات گزران کو ہنستے کھیلتے گزار دیتے ہیں نسل انسان کی بقا و بالیدگی میں بھی عورت ہی کے وجود کو غالب اہمیت حاصل ہے۔

جب عورت بہن کے روپ میں سامنے آتی ہے تو وہ محبت اور ہمدردی کے اعتبار سے ایک عجیب بلندی پیدا کرتی ہے، ہزار ڈھونڈو اس رشتہ سے ہٹ کر کسی اور رشتہ میں یہ مقام نظر نہیں آتا۔ اسی طرح جب عورت ایک بیٹی کے روپ میں سامنے آتی ہے تو اس کی محبت کے جذبات میں ایک الگ ہی قسم کی معصومیت اور فدائیت ہوتی ہے۔

ان ساری حیثیتوں سے ہٹ کر جب عورت ایک محبوبہ کے روپ میں ہوتی ہے تو اس کی رگ رگ میں محبت کچھ اس طرح سما جاتی ہے کہ اس کا رُواں رُواں اپنے میں سمائی ہوئی محبت کی غمازی کرتا ہے یہ وہ مقام ہوتا ہے جہاں پہنچ کر عورت بالکل خود فراموش ہو جاتی ہے یہ وہ مقام ہے جہاں دامن یوسف علیہ السلام بھی چاک و مشتبہ ہو جاتا ہے۔

اگر عورت کو اس کی فطرت پر چھوڑ دیا جائے تو مریم علیہا السلام ایسی ماں، خدیجہؓ ایسی بیوی، فاطمہؓ ایسی بیٹی، زینبؓ ایسی بہن اور رابعہ بصریہؒ ایسی جاں نثار بن کر عصمت النساء کے فلک الافلاک پر مہر و ماہ سے بہت اوپر نظر آتی ہے اور پھر معصومیت پر عصمت ملائکہ بھی حیرت کرتی ہے۔

عورت فطری طور پر معصوم ہوتی ہے لیکن جب مرد اس کو اپنے عیش و طرب کے خارزار میں کھینچ لیتا ہے تو پھر عورت، عیش و طرب کی ساحرہ کا روپ دھار کر، بزم طرب میں داخل ہوتی ہے مرد کا خمار اتار دیتی ہے، تو وہی مرد جو اس کے گھنگروؤں کی جھنکاروں میں اپنی زندگی ڈھونڈھتا تھا اب باہر نکل کر اپنی غلط کوشی اور غلط تلاشی پر لعنت و ملامت کرتا ہے اگر مرد اس کو اپنی ہوس رانیوں کا آلہ بنا کر نہ چھوڑ دے تو عورت بزم ہستی کا وہ شگفتہ، حسین اور سدا بہار پھول ہے جس پر ہستی کو بھی ناز ہو۔

کس قدر بے چین گزریں آدم کی وہ گھڑیاں جبکہ حضرت حوا کی جدائی نے کائنات کی ساری رنگینیوں کو آدم کی نظروں کے سامنے پھیکا پھیکا کر دیا تھا، لیکن جب خالق کل نے آدم کی گریہ وزاری پر حوا کو ان کے سامنے کر دیا تو جیسے آدم علیہ السلام کو دنیا مل گئی اور پھر دونوں دنیا کے حسین و دلکش مناظر فطرت سے لطف اندوز ہوتے رہے اگر مرد اپنی زندگی کی شاہراہوں پر تنہا گامزن ہو تو راستے کے نشیب و فراز، تنہائی اور رفیق سفر کی کمی کا احساس، اس کے لمحے اداس اور اس کا سفر عذاب بنا دیتے ہیں، ایسے میں اس کی نظریں ایک رفیق سفر کو ڈھونڈھتی ہیں اور جب رفیق سفر مل جاتا ہے تو بقول شاعر ؎

گزر جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے

اس طرح وہ اپنی زندگی لطف کے ساتھ گزار لیتا ہے اس کے برعکس اگر مرد اور عورت دونوں مل کر ایک نئی محبت کو جنم نہ دیں اور ایک نہ ٹوٹ سکنے والا عہد و پیمان وفا نہ باندھیں تو قدم قدم پر زندگی تلخیوں سے دوچار ہونے لگتی ہے اور پھر وہ جو عورت کو اپنی حیات کا قرار و سکون تصور کرتا تھا یہ بھول جاتا ہے کہ اس نے کچھ ہی پیشتر عورت کو کس قدر پرکشش سمجھتا تھا۔

اسی لئے عورت کو اگر اپنی محبت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی جائے تو سب سے پہلے اپنے دل و دماغ سے جبر و تشدد کے زہریلے احساس کو دور کر دے، اس کے بعد عورت کا ہر حسن روز بروز نکھرتا ہوا محسوس ہونے لگتا ہے اگرچہ ان چیزوں کی تعمیر ازدواجی زندگی کی تعمیر سے ہے، تاہم جب تک اس پہلو کو پیش نہ کیا جائے اس کے چہرے سے نقاب نہیں الٹ سکتا۔ اگر مرد اپنی فطرت کے سانچے میں عورت کو تو ڈھالنا چاہے اور خود کو عورت کے لطیف احساسات کا پابند نہ کرے تو یہی چیز تلخ حقیقت بن جاتی ہے، اس سلسلہ میں جیسا

کہ اوپر بیان کیا گیا ہے دونوں کے واسطے ایک نئی محبت کو جنم دینا ضروری ہے جس کے نتیجے میں عورت مرد کی محبت میں اس طرح فنا ہو جاتی ہے کہ اس کی مثال کمیاب ہے۔

عورت دور سے جتنا حسین و دلفریب پھول نظر آتی ہے یہ ضروری نہیں کہ اس کے رگ و ریشہ میں بھی وہی حسن ہو اور اس کے دل کے دھڑکنوں میں بھی وہی طلب ہو جو اس کے مسکراتے چہرے پر ہوتی ہے اور ایسا یقین ایک حسین فریب ہے۔

میں یہ بتادوں کہ عورت جس طرح محبت اور وفا میں اپنی زندگی کو فنا کرنے سے دریغ نہیں کرتی اسی طرح جب وہ کسی فرد یا جماعت سے انتقام لینا چاہتی ہے تو زندگیوں اور حکومتوں کے تختے الٹ کر رکھ دیتی ہے اور یہ سب کچھ وہ صرف اپنی مسکراہٹوں کے سحر سے کر لیتی ہے، ایسے وقت میں عورت ایک زہریلا سانپ بن کر سامنے آتی ہے اور جب وہ کسی کو ڈس لیتی ہے تو پھر زندگی میں اس زہر سے مفر نہیں عورت جتنی کمزور نظر آتی ہے اس سے کہیں زیادہ طاقتور ہوتی ہے اگر وہ اپنی عصمت و عفت کو بچانا چاہتی ہے تو پھر اپنی پوری طاقتوں سے ایک بپھری ہوئی شیرنی کی طرح حملہ آور ہوتی ہے اور پھر یہی غیظ و غضب بستیوں اور آبادیوں کو ویران کرتا چلا جاتا ہے جذبۂ انتقام اس کے ہر رگ و پے میں بجلیاں دوڑا دیتا ہے۔

جب تک عورت حسن و حیا کے پردے میں رہتی ہے اس کے جمال و وفا کو گھن نہیں لگتا اور جب وہ ان پابندیوں سے آزاد ہو جاتی ہے یا کر دی جاتی ہے تو بقول شاعر ؎

جو شاخ سے ٹوٹا پھول ظفرؔ وہ پھول یہاں بازاری ہوا

اس میں کوئی کلام نہیں کہ تکوین کائنات سے آج تک عورت نے ناقابل فراموش اور بے مثال امور انجام دئے ہیں، مگر اس کے ساتھ یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ اسی وقت یہ امور انجام پائے ہیں جبکہ نسائیت کے دامن کو اس نے کسی وقت اور کسی موڑ پر اپنے ہاتھوں سے چھوٹنے نہیں دیا۔ دور جدید کی عورت کو یہ کہتے ہوئے بلا شبہ تامل ہوگا، کہ یہی عورت تھی جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دینے والی مقدس عورت مریم علیہا السلام تھیں اور رام کی رفیقہ سیتا۔ دور حاضر کی عورت کا تقدس تو بڑی حد تک زمانے نے چھین لیا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ زمانہ مقدس عورتوں سے یکسر خالی ہو گیا۔ تاہم عام طور پر عورت کا تقدس ایک کہانی، ایک افسانہ اور ایک داستان پارینہ بن کر رہ گیا ہے۔

دنیا کے مختلف مذاہب پر اگر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مذاہب نے عورت کو مختلف حیثیتیں دی ہیں، مگر آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''نن'' چرچ کے حدود میں مقدس رہتی ہے؟ اب بتایئے جبکہ مذہب ہی نے عورت کی عصمت اور حیا کی دھجیاں اڑائی ہیں تو اس سے ہٹنے کے بعد بجز نفسانیت اور عریانیت کے اور کیا رہ جائے گا؟

کیا یہ ممکن ہے کہ عورت اسلامی نظام سے وابستہ رہ کر اس قدر آزاد ہو جائے جتنی آزادی مغرب نے عورت کو دی ہے۔ عورت جب آزاد ہو جاتی ہے تو مذہب سے بھی اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا، بلکہ اس کا شباب اور اس کی حیات ضلالتوں میں پھنس کر ایک عبرتناک انجام ہو جاتی ہے یہ ایک ناقابل تردید دعویٰ ہے جسے دیگر مذاہب کے پیروؤں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اسلام نے عورت کو جو مقام عطا کیا ہے اس سے ذرا بھی اِدھر اُدھر ہٹنے کے بعد عورت میں وہ کمال نسائیت اور جمال صنف باقی نہیں رہتا جو عورت کا عورت پن، حسن اور سرمایہ ہوتا ہے ؎

ہو جاتے ہیں سب دفتر غرق مئے ناب آخر

■ ■ ■

कुत्बुल मदार औलियाए किराम की नज़र में

अज़्क़लमः- मौलाना मो. सईद अख़्तर पलामवी

तीसरी सदी हिजरी में बज़्म कायनात को अपने वजूद से रौनक बख़्शा कर कायनात आलम में इस्लामी इन्कलाब लाने वाली और ज़ेहन व फ़िक्र के ऐवानों में वहदत का चराग़ जला कर अकीदे की सनूगिलाख़ ज़मीन को फ़ैज़ाने रिसालत से हमवार करने वाली शख़्सियतो के हालात वा वाकियात और उनकी दीनी मज़हबी तबलीग़ी ख़िदमात को तारीख के उजाले में मुताला कीजिए तो आप को एक ऐसी भी जलीलुल कद्र रूहानी और अबकरी शख़्सियत नज़रत आएगी जिस की शौकत व अज़मत कद्रो मनज़लत और जलालत शान का परचम ना सिर्फ हिमालय की फलक बोस चोटियों पर बलकी अर्शे आज़म की बलन्दियों पर भी लहरा रहा है जो जलवए हक की रोशन दलील भी है और कुर्ब हक के लिए संग मील भी जो ख़ुदा की कुदरत का एक ऐसा हसीन शाहकार है। करनो और सदियों के इन्तिज़ार के बाद इस किस्म का नायाब गौहर अहले जहां को नसीब होता है जो फ़ैज़ाने नबूवत का एक ऐसा आबशार है जिससे कयामत तक तिशनग़ान मार्फ़त अपनी प्यास बुझाते हुए नज़र आएंगे जो गुलशने अस्ति के लिए एक ऐसी फस्ल बहार है जिस्से सुबह कयामत तक कारख़ानए हस्ती नग़मए तौहीद से आबाद रहेगा।

यह वह ज़ात है जिसको दुनिया सरकारे सरकारां सैय्यद बदीउद्दीन अहमद ज़िन्दा शाह मदार मदारूल आलमीन रज़ि. के नामा नामी इस्मे गिरामी से जानती पहचानती और मानती है। अल्लाह रब्बुल इज़्ज़त ने आपको 'कुत्बुल मदार' के मनसबे अज़ीम पर जलवागर फरमा कर जुमला औलिया व अक्ताब का सरदार व सरताज होने का शर्फ़ बख़्शा है। अल्लाह तआला जब अपने किसी मख़सूस बन्दे को इस अज़ीम मनसब के लिए मुनतख़ब फरमाता तो जुमला मख़लूकात में उसकी अज़मत व शान के इज़हार के लिए किस कद्र एहतिमाम व इन्तेज़ाम करता और एज़ाज़ व इकराम की कैसी मिसाल पेश फ़रमाता है।

हज़रत अल्लामा शेख़ मुहीउद्दीन इब्ने अरबी रज़ि. इरशाद फ़रमाते हैं हक सुबहानहु तआला जब किसी बन्दे को दर्जा कुत्बियत से सरफ़राज़ फ़रमाता है तो आलमे मिसाल में उसके लिए एक तख़्त बिछाता है फिर उसे असमाए इलाहिया तलकीन कराए जाते हैं और जात करामत पहनाकर जब उसे तख़्त पर बैठाया जाता है तो अल्लाह तआला फ़रिश्तो और अरवाहे अजन्ना को हुक्म देता है के वह सब उसके हाथ पर बैत करें और उससे इक़्तिसाब फ़ैज़ करें चुनान्चे कायनात का ज़र्रा-ज़र्रा कुत्बुल मदार के दस्त फ़ैयाज़ से मुस्तफ़ीज़ होता है। (फ़तुहाते मक्का)

कुत्बुल मदार की अज़मत व मरतबत और बारग़ाहे किब्रिया में उसकी मकबूलियत का मज़ीद अन्दाज़ा लगाना हो तो मुलाहिज़ा फ़रमायें।

हज़रत मौलाना मोलवी हकीम फ़रीद अहमद अब्बासी नक़्शबन्दी अलैहिर्रहमा रक़्म तराज़ हैं।

कुतुब मदार बरकल्ब हुज़ूर पुरनूर अहमदे मुजतबा मोहम्मद मुस्तफ़ा सल्लल्लाहो अलैहि वसल्लम मी बाशद कुतुब मदार तमाम अग़वास वा अक़्ताब का सरदार होता है और हज़रत ख़ातमन नबिय्यीन अलैह अलतहीता वलसना की उस आलम मज़हर तमाम होता है कुतुब मदर वह होता है जिसको इल्म बारी ग़ज़ अस्मा और सिफ़ात बारी तआला से पूरा पूरा हिस्सा मिलता है और यही अपने ज़माने में बूअस्ता हुज़ूर सल्लल्लाओ अलैहि

वसल्लम मज़हरातुम होता है और इन्सान कामिल होता है और तमाम अशिया की अस्ल होता है सब उसके ताबे फरमां होते हैं यही फरदुल अफराद के नाम से पुकारा जाता है हुजूर सल्लल्लाहो अलैहि वसल्लम से बिला वास्ता फैज़ हासिल करता है और जो अहकाम इस आलम के इन्तिज़ाम के लिए दर नबवी से सादिर होते हैं उनको अपने मातहेत अग़वास व अक़्ताब व नुजबा व नुकबा व अबदाल को दरजा ब दरजा पहुचाता है और यह हज़रात दरजा ब दरजा जो वाकयात होते हैं कुतुब मदार के सामने पेश करते हैं और कुतुब मदार दरबारे नबवी में पहुंचाता है। हज़रत सैय्यद बदीउद्दीन रह. अलैह को दरबारे नबवी से यही मरतबा कुत्बुल मदार का हासिल हुआ था (मदारे आज़म)

बारग़ाहे जलालत कुद्दस से एक कुत्बुल मदार के लिए ऐज़ाज़ व इकराम और फ़ज़्ल व इनाम मुलाख़ता फरमायें । हज़रत मीर जाफर मक्की ख़लीफ़ा सैय्यदना नसीरउद्दीन चिराग़ देहलवी रह. इरशाद फरमाते हैं:- कुत्बे आलम हर ज़माना और अस्र में एक होता है अहले दुनिया और आख़रत में से तमाम मौजूदात सफली व अलवी का वजूद कुत्बे आलम के वजूद से कायम है। कुत्बे आलम को बेवास्ता हक तआला से फैज़ पहुंचता है कुत्बे आलम को कुतुब मदार भी कहते हैं यानी मौजूदात सफली व अलवी का मदार कुत्बुल मदार के वजूद की बरकत से है। (बहरूल मआनी)

वह ज़ात जिसको कुदरत ने रोज़े मीसाक ही में महबूबियत अता की हो और जिसको हबीबे पाक साहेबे लौलाक सल्लल्ला अलैहि वसल्लम ने अपने हरीम नाज़ में बारयाबी बख़्श कर ओहदए मदारियत से सरफराज़ किया हो और रूहानी तालीम व तरबियत फरमा कर जिसके निग़ार ख़ानए हयात को मौलाए कायनात हज़रत अली मुर्तज़ा रज़ि. ने सजाया संवारा हो उसके मकाम वह मरतबत को समझना ना सिर्फ यह के मुश्किल बल्कि नामुम्किन भी है।

मुजद्दिद अलिफ सानी हज़रत शेख़ अहमद फारूकी कुद्दस सिर्रहुल नूरानी फरमाते हैं के हज़रत ख़िज़्र अलैहि0 फरमाते हैं

جعلنا الله تعالی معنا لقطب المدار من
اولياء الله تعالی الذی جعله الله تعالی مدار اللعالم
جعل بقاء العالم ببرکة وجوده و الاضته (الحریقة الندیه
فی الطریقة النقشبندیه)

शहंशाहे विलायत हज़रत मख़दूम अशरफ सिमनानी कछौछवी रज़ि. के मुकद्दस इरशाद का मफहूम: "जब कुत्बुल मदार दरबारे रिसालत माआब सल्लल्लाहो अलैहि वसल्लम में हाज़िर हुए तो आपने बा कमाल शफकत रूहानी तालीम व तरबियत फरमाई और फिर हज़रत अली रज़ि. की खिदमत में पेश किया हज़रत सैय्यद बदीउद्दीन उवैसी मशरब थे उलूम नवादिर मसलन इल्म हीमया, सीमया, रीमया , आप जैसे बहुत कम लोगों को नसीब है (लताईफे अशरफी)

आब गुल की इस दुनिया में रूहानियत के ताजदारों और मुबल्लेग़ीन इस्लाम की फेहरिस्त बहुत तवील है लेकिन वह ज़ात जिसको ख़ुदावन्द तआला ने मकामे महबूबियत से नवाज़ कर सैय्यदुल औलिया होने का शर्फ बख़्शा हो और मकामे समदियत अता फरमा कर खाने पीने से बे नियाज़ कर के सिर्फ और सिर्फ फरोग़ दीन के लिए मुनतख़ब फरमाया हो उसकी तबलीग़ी ख़िदमात और मज़हबी इशाअत का कौन अन्दाज़ा कर सकता है।

(तज़किरा ख़ुलफा अरब व इस्लाम में तहरीर है)

हज़रत सैय्यद बदीउद्दीन ज़िन्दा शाह मदार ने पूरी दुनिया का सफर किया और आप अपने वक़्त के कुत्बुल मदार थे इसी लिए लोग आपको

ज़िन्दा शाह मदार कहते हैं आप के बेशुमार मुरीद व ख़लीफ़ा हुए और आप से बेशुमार करामतों का ज़हूर हुआ है। (तज़किरा ख़ुलफ़ा अरब व इस्लाम)

उसकी मज़ीद वज़ाहत फ़रमाते हुए हज़रत अल्लामा इल्यास क़ादरी फ़रमाते हैं - हज़रत सैय्यद बदीउद्दीन कुत्बुल मदार रज़ि. के एक लाख से ज़ाएद ख़ुल्फ़ा गुज़रे हैं (रिसाला इल्यास)

विलायत का वह ताज़दार ज़बान व बयान तहरीर व तक़रीर लौह व करतास से गुज़र कर जिस की जलालत शान का चिराग़ कसूर दिल की शबिस्तानों में जल रहा है जो शम्मए रिसालत की तनवीर है जो कायनात की तकदीर है कुदरत ने उसको कायनात के ज़र्रे ज़र्रे पर तसर्रूफ़ात आइम्मा का किस दरजा इख़्तियार बख़्शा चाहे उस सिल सिले में औलिया किराम और आरफ़ाने हक़ के चन्द इरशाद मुलाख़ता फ़रमायें।

हज़रत ग़ुलाम अली नक़्श बन्दी अलैहिर्रहमां तहरीर फ़रमाते हैं "दर मजलिस शरीफ़ ज़िक्र अक़्ताब आमद हज़रत ईशां फ़रमूदन्द हक़ सुबहानहु तआला अजरए कारख़ानए हस्ती व तवाबे हस्ती कुतुब मदार राअतामी फ़रमायद व हिदायत व रहनुमाई गुमराहां बदस्त कुतुब इरशाद मीं सिपारद व बग़दाज़ां फ़रमूदन्द हज़रत बदीउद्दीन शेख़ मदार कुद्दस सिर्रहू कुतुब मदार बूदन्द वशां अज़ीम दारनद" (दुर्रूल मआरूफ़)

तर्जुमाः- एक दिन मजलिस शरीफ़ में अक़्ताब का ज़िक्र आया तो उन हज़रात ने फ़रमाया हक़ तआला सुबहानहु अजराए कारख़ानए हस्ती व तवाबे हस्ती कुतुब मदार को अता फ़रमाता है और गुमराहों की रहनुमाई व हिदायत व इरशाद का काम कुतुब इरशाद के हवाले करता है और उसके बाद फ़रमाया के हज़रत बदीउद्दीन शेख़ मदार कुतुब मदार थे और अज़ीमुश्शान वाले थे।

हज़रत सैय्यदना सैय्यद मोहम्मद बिन जाफ़र मक़्की रज़ि. तहरीर फ़रमाते हैं

तर्जुमाः- इख़्तियारात अक़्ताब यह हैं के अगर वह चाहे तो वली को विलायत से माजूल करदे और उसकी जगह पर किसी दूसरे को मुक़र्रर करदे और कुतुब मदार यानी कुत्बे आलम का इख़्तियार यह है के अगर वह चाहे तो अक़्ताब को मक़ाम कुत्बियत से माजूल करदे और अल्लाह तआला ने फ़रिश्ते को इसी काम पर मामूर किया हो तो कुतुब मदार फ़रिश्ते को उस काम से माजूल कर सकता है और फ़रमाया के कुतुब मदार लौहे महफ़ूज़ के अहक़ाम को भी मंहू कर सकता है और मुर्दो को ज़िन्दा करना और अर्श व कुर्सी को मुन्तकिल कर देना यह सब तसर्रूफ़ात कुतुब मदार हैं।

एक और मक़ाम पर तसर्रूफ़ात कुतुब मदार पर इसी तरह रोशनी डालते हैं।

तर्जुमाः- कुत्बे आलम यानी कुतुब मदार तमाम अक़्लीमों और सारे अक़्ताब पर मुत्सर्फ़ होता है और अर्श से तहतुस्सरा तक मुत्सर्फ़ होता है। हज़रत सैय्यदना दाता गंज बक़्श अली हुजूरी रज़ि. फ़रमाते हैं - औताद के लिए सज़ावार है के वह रात भर में सारे जहां का गश्त मुकम्मल करे और अगर कोई जगह ऐसी रह जाए जहां उसकी नज़र ना पहुंचे तो दूसरे दिन उस मक़ाम में ख़लल वाके हो जाता है उस वक़्त वह अपने ग़ौस व कुतुब की तरफ़ मुतवज्जे होते हैं ताकी वह अपनी कुव्वत मबजूल फ़रमायें अल्लाह तआला उस ग़ौस व कुतुब की बरकत से जहां के उस ख़लल को दूर फ़रमा देता है (कशफ़ुल महजूब)

ख़ुदा दाद इख़्तियारात व तसर्रूफ़ात का ही यह ऐजाज़ था के रूहानियत के इस ताजदार ने कायनात के गोशे गोशे का तबलीग़ी दौरा फ़रमाकर जो मुल्क सदियों से कुफ़्र व शिर्क ख़्वाहिश व मुनकिरात और दहशत व दरिन्दग़ी में डूबे हुए थे बहरोबर की वुस्अतो को समेट कर ज़मीन का

इस्लामी ज़ाबतए हयात के लिए कहीं कफ़न बदोश कसूर कुशा मुजाहिदीन का लशकर तैयार किया तो कहीं इस्लाम की बालादस्ती के लिए फरमां रवाओं का मुक़द्दस गिरोह कभी इस्लामी निज़ामे हयात मुरत्तब करने वाले फिकहाए व मुजाहिदीन की जमाअत तैयार की तो कहीं इस कानून के निफ़ाज़ के लिए काज़ियों का अज़ीम तबका, कभी दिलो की सरज़मीन को मसख़र करते के लिए औलिया व अक़्ताब की नूरानी जमाअत को वजूद बख़्शा तो कभी ज़ाहिरी अहवाल को दुरूस्त करने के लिए नायबीन रसूल का मुक़द्दस ग़िरोह -

मदीने के गदा देखिये हैं दुनिया के इमाम अक्सर
बदल देते है तकदीरें मोहम्मद के ग़ुलाम अक्सर

रईसुल मकाशफ़ीन हज़रत शेख़ अकबर इब्नुल अरबी कुद्दस सिर्रहु तहरीर फरमाते हैं

ومنهم رضى الله عنه رجل واحد لى كل زمان آية وهو القاهر لوق عباده له الاستطاعة على كل شئى سواء الله

तर्जुमाः- औलिया अल्लाह मे से हर ज़माने में एक वली ऐसा होता है जो सिवाए हक तआला के हर चीज़ पर ग़ालिब व मुतसर्फ़ रहता है।

रिसाला रहबरे नूर

मकनपुर शरीफ़

मुल्क व मिल्लत, इल्मो अदब और ख़ालिस सूफ़ी इज़्म नज़रियात का हामिल एक ऐसा ज़रीदा है जो वक़्त की सबसे अहम ज़रूरत है इसके एज़ाज़ी मेम्बरान बन कर इदारे की मुआविनत फरमाए और इस अज़ीम कारगुज़ारी में हिस्सादार बनें।

मनकबत शरीफ़

सैय्यदना मदारूल आलमीन रज़ि

(ख्वाजा सैय्यद मिसबाहुल मुराद)

हिंन्द में जीना है दुश्वार मदारे आज़म
अब करम कीजीए सरकार मदारे आज़म

इन अबाबीलों से कह दो के मेरे काम आऐं
अबरहा करता है यलग़ार मदारे आज़म

वाक़ई आप के रौज़े का सुनहरा ये कलस
नूरे इरफ़ां का है मीनार मदारे आज़म

बस यही सोच के ख़ुश रहते हैं हम सारे ग़रीब
है ग़ारीबों से तुम्हें प्यार मदारे आज़म

आप के नामो नसब से है मेरा नामो नसब
हो न। रूसवा मेरा किरदार मदारे आज़म

ये तमन्ना है के महशर में भी मिल जाए हमें
आप का सायाऐ दीवार मदारे आज़म

आप का रोज़ा भी क्या रोज़ा है अल्लाह अल्लाह
जिसमें सहरी है न इफ़्तार मदारे आज़म

क्यूं न बिक जाऐं शहनशाह ज़माने भर के
जब हो तुम जैसा ख़रीदार मदारे आज़म

मेरे हाथों से शिफ़ा पाते हैं यूँ सारे मरीज़
आप के ग़म का हूँ बीमार मदारे आज़म

वह मोहम्मद का वफ़ादार नहीं हो सकता
जो भी है आप का ग़द्दार मदारे आज़म

एक सिवा आप के मिसबाह का इस दुनिया में
कौन है मोनिसो ग़मख़्वार मदारे आज़म

605 वें उर्स
कुत्बुल मदार
की दिली मुबारकबाद
हाजी अब्दुल रशीद मदारी
केमरी रामपुर
(रफ़ीक राजा मदारी)

605 عرس قطب المدار
वां
کے پرمسرت موقع پر دلی مبارک باد
احمد رضا کرانہ اسٹور
کیمری رامپور
احمد رضا مشربی مداری

عرس قطب المدار کی دلی مبارک باد
605 वां
MUBARAK HO
LUCKY RISE MILLS
ABDUL RASHEED
MADARI
KEMRI-RAMPUR

URS MADARUL ALMIN
605 वां
MUBARAK HO
KARIM RISE MILLS
KEMRI
FAKHRUDDIN MADARI
HAFIZ KABIR AHMAD
RAFIQ AHMAD

605 वें उर्स मदारूल आलमीन के पुरमसर्रत
मौके पर हम मुबारकबाद देते हैं

अलमदार
गाइनो केयर
(महिलाओं के लिए बेहद मुफ़ीद)

अलमदार हर्ब्स
की असर अंदाज़ दवाओं का
इस्तेमाल करें
एम.डी० - इरफ़ान रहम अली शाह

पेशकर्दा- सैय्यद अब्दुल क़रीम दीवान उदयपुर (राजिस्थान)

QUARTERLY

RAHBARE NOOR

R.N.I.No. UPURD/054331/1347785/2019
MAKANPUR SHARIF, KANPUR, INDIA Pin Code. 209202

پیرانِ پیر دستگیر سلطان الاولیاء شیخ الشیوخ

غوث الاعظم محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی

کی گیارویں شریف کے پاک موقع پر ادارہ
”رہبر نور“ عالم اسلام کو مبارکباد پیش کرتا ہے

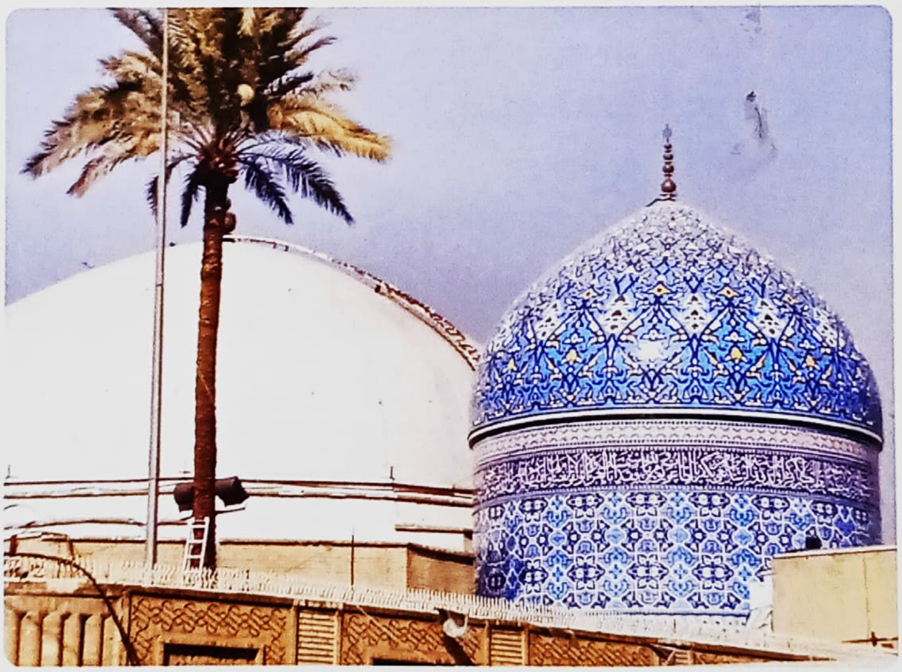

CHIEF EDITOR
ABUL MASHARAB SYED
MUQTIDA HUSAIN JAFRI
H.O.: P.O. Makanpur Sharif, Kanpur Nagar,
India- 209202
Please Contact us: 995667119, 8737967832
6394344966, 9760422993, 8840701867

Al-Madaar Offset Kanpur
Mob.: 8795601301, 9616584408

This PDF Download from Madaarimedia.Com